﴿بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ﴾ ﴿......اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۰)

الفضل

ہفت روزہ

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :– نصیر احمد قمر

جلد 13 | جمعۃ المبارک 14/اپریل 2006ء | شمارہ 15

15/ربیع الاول 1427 ہجری قمری ۞ 14/شہادت 1385 ہجری شمسی

سجدہ میں دعا

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''انسان اپنے ربّ سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدے میں ہو اس لئے سجدے میں بہت دعا کیا کرو''۔

(مسلم کتاب الصلوٰۃ ما یقول فی الرکوع والسجود)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

یہ سچ ہے کہ اکثر مسلمانوں نے قرآن شریف کو چھوڑ دیا ہے لیکن پھر بھی قرآن شریف کے انوار و برکات اور اس کی تاثیرات ہمیشہ زندہ اور تازہ بتازہ ہیں۔

یہ اسلام کی خصوصیات ہیں کہ اسلام نری تعلیم ہی نہیں دیتا بلکہ جب انسان اس تعلیم پر عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے نشانات اور آیات بھی دکھاتا ہے۔ جس سے اس کا ایمان عرفان کے رنگ میں مضبوط ہوتا ہے۔

(28/ستمبر 1905ء کی ایک مجلس میں ایک یہودی کے سوالات کے جوابات)

یہودی: کیا کسی اَور مذہب میں رہ کر انسان نجات نہیں پا سکتا؟

حضرت اقدس: اس کا جواب خود قرآن شریف نفی میں دیتا ہے۔ ﴿اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَاللّٰہِ الۡاِسۡلَامُ﴾(آل عمران: 20)۔ ﴿وَمَنۡ یَّبۡتَغِ غَیۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡہُ۔ وَھُوَ فِی الۡاٰخِرَۃِ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ﴾۔ (آل عمران:86)۔ اسلام کے سوا اور کوئی دین قبول نہیں ہو سکتا۔ اور یہ نرا دعویٰ نہیں، تاثیرات ظاہر کر رہی ہیں۔ اگر کوئی اہل مذہب اسلام کے سوا اپنے مذہب کے اندر انوار و برکات اور تاثیرات رکھتا ہے تو پھر وہ آئے ہمارے ساتھ مقابلہ کر لے۔ اور ہم نے ہمیشہ ایسی دعوت کی ہے، کوئی مقابلہ پر نہیں آیا۔

یہودی: اگر اسلام کے سوا کوئی دوسرا مذہب اپنے اندر انوار و برکات نہ رکھتا تھا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبول نہیں ہو سکتا تھا تو پھر جزیہ کیوں رکھا تھا؟

حضرت اقدس: یہ تو ایک الگ امر ہے۔ اس سے یہ تو نہیں ثابت ہوتا کہ دوسرے مذاہب سچے تھے۔ ہاں اس سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام جبر سے نہیں پھیلایا گیا۔ ان لوگوں کو سوچنے اور غور کرنے کا موقعہ دیا گیا ہے اور جیسا فرمایا تھا ﴿لَاۤ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ قَدۡ تَّبَیَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَیِّ﴾۔ (البقرۃ:257) اس پر عمل کیا گیا۔ مجھے افسوس ہے کہ یہ تو قابل قدر بات تھی جس پر آپ اعتراض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا اور آنحضرت ﷺ کی رحمت۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا ﴿وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ﴾ (الانبیاء:۱۰۸) یعنی اے رسول ہم نے تجھ کو رحمۃ للعالمین کر کے بھیجا ہے۔ پس یہ آپ کی رحمت کا ایک نمونہ تھا۔ قرآن شریف میں اگر تدبّر کریں تو اس کی روشن حقیقت آپ کو معلوم ہو جائے گی۔ توریت میں کوئی اثر باقی نہیں رہا ورنہ چاہئے تھا کہ ان میں اولیاء اللہ اور صلحاء ہوتے۔

یہودی: چونکہ تورات پر عمل نہیں ہو رہا اس لئے ولی اور صلحاء نہیں ہوتے۔

حضرت اقدس: اگر توریت میں کوئی تاثیر باقی ہوتی تو اسے ترک ہی کیوں کرتے؟ اگر آپ کہیں کہ بعض نے ترک کیا ہے تو پھر بھی اعتراض بدستور قائم ہے کہ جنہوں نے ترک نہیں کیا ان پر جو اثر ہوا ہے وہ پیش کرو۔ اور اگر کُل ہی نے ترک کر دیا تو یہ ترک تاثیر کو باطل کرتا ہے۔ ہم قرآن شریف کے لئے یہی نہیں مانتے ۔ یہ سچ ہے کہ اکثر مسلمانوں نے قرآن شریف کو چھوڑ دیا ہے لیکن پھر بھی قرآن شریف کے انوار و برکات اور اس کی تاثیرات ہمیشہ زندہ اور تازہ بتازہ ہیں۔ چنانچہ مَیں اس وقت اسی ثبوت کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے اپنے وقت پر اپنے بندوں کو اس کی حمایت اور تائید کے لئے بھیجتا رہا ہے۔ کیونکہ اس نے وعدہ فرمایا تھا ﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ﴾ (الحجر:10)۔ یعنی بے شک ہم نے ہی اس ذکر (قرآن شریف) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ قرآن شریف کی حفاظت کا جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ توریت یا کسی اور کتاب کے لئے نہیں۔ اسی لئے ان کتابوں میں انسانی چالاکیوں نے اپنا کام کیا۔ قرآن شریف کی حفاظت کا یہ بڑا زبردست ذریعہ ہے کہ اس کی تاثیرات کا ہمیشہ تازہ بتازہ ثبوت ملتا رہتا ہے۔ اور یہود نے چونکہ توریت کو بالکل چھوڑ دیا ہے اور ان میں کوئی اثر اور قوت باقی نہیں رہی جو اُن کی موت پر دلالت کرتی ہے۔

یہودی: مسلمان قیامت پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ کونسی علامات ہیں جن کی وجہ سے وہ ایمان لاتے ہیں؟

حضرت اقدس: انسان کا اپنا جسم ہی حشر نشر پر ایمان لانے کے لئے مجبور کرتا ہے۔ کیونکہ ہر آن اس میں حشر نشر ہو رہا ہے یہاں تک کہ تین سال کے بعد یہ جسم رہتا ہی نہیں اور دوسرا جسم آ جاتا ہے۔ یہی قیامت ہے۔ اس کے سوا یہ ضروری امر نہیں کہ کُل مسائل کو عقلی طور پر ہی سمجھ لے بلکہ انسان کا فرض ہے کہ وہ اس بات پر ایمان لائے کہ اللہ تعالیٰ اپنے افعال اور صفات کے ساتھ موجود ہے اور اس کی صفات میں سے یہ بھی ہے ﴿یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ﴾ (آل عمران:48) اور ﴿عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ﴾ (البقرۃ:107)۔ تو اس بات کے ماننے میں کہ قیامت ہوگی کیا شک ہو سکتا ہے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ ہم اس کا ثبوت یہاں بھی رکھتے اور دیکھتے ہوں۔ بے شک قیامت حق ہے اور اس کی قدرتوں کا ایک نمونہ۔ ﴿اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ﴾ (البقرۃ:107) سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ حشر و نشر پر بھی قادر ہے اور حشر و نشر قدرت ہی پر موقوف ہے۔ یہ اسلام کی خصوصیات ہیں کہ اسلام نری تعلیم ہی نہیں دیتا بلکہ جب انسان اس تعلیم پر عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے نشانات اور آیات بھی دکھاتا ہے۔ چنانچہ جب وہ اپنے نفس کا تزکیہ کرتا ہے اور اس پر ایمان لاتا ہے تو وہ آیات اللہ کو دیکھتا ہے جس سے اس کا ایمان عرفان کے رنگ میں مضبوط ہوتا ہے۔ دوسرے ادیان کے متبعین میں یہ آیات اور نشانات نہیں ہیں۔ یہ آنحضرت ﷺ کے کامل متبعین ہی کو ملتے ہیں جو اپنے دل کو صاف کرتے ہیں اور ان میں کوئی شک و شبہ نہیں رہتا۔ اس وقت انہیں یہ نشانات دئے جاتے ہیں جو ان کی معرفت اور قوتِ یقین کو بڑھا دیتے ہیں۔

یہودی: اگر خدا قادر ہے تو کیوں نہیں ہو سکتا کہ وہ مسیح کو آسمان سے لے آوے؟

حضرت اقدس: بے شک خدا تعالیٰ قادر ہے مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ وہ خلاف وعدہ کرتا ہے یا ایسے افعال بھی اس سے صادر ہوتے ہیں جو اس کی صفاتِ کاملہ اور اس کی قدوسیّت کے خلاف ہوں۔ کبھی نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنے آپ کو قتل کر دے یا کوئی اپنا مثیل پیدا کر لے۔ اسی طرح پر جبکہ وہ ایک عہد کر چکا ہے کہ مُردے واپس اس دنیا میں نہیں آتے تو وہ اس کا خلاف کیونکر کرے؟ قادر سمجھ کر خدا تعالیٰ کے لئے ایسے امور تجویز کر لینا جو اس کی صفاتِ کاملہ کے منافی ہوں اللہ تعالیٰ کی سخت ہتک اور توہین ہے اور اس سے ڈرنا چاہئے۔ یہ محلِ ادب ہے''۔

(اس مقام پر یہودی صاحب بھی خاموش ہو گئے اور سلسلہ کلام ختم ہو گیا اور اعلیٰ حضرت تشریف لے گئے۔)

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 449-451 جدید ایڈیشن)

اداریہ

اِرْتَداد کی سزا

آج کل عالمی پریس میں افغانستان کی ایک خبر نمایاں جگہ پا رہی ہے۔اس خبر سے اسلام کی حسین تعلیم بڑی بھیانک اور خوفناک نظر آنے لگتی ہے۔آیئے پہلے اس خبر پر نظر ڈالیں۔

اخبار ٹائمز لندن کے نامہ نگار مقیم کابل Tim Albone لکھتے ہیں:

’’41 سالہ افغانی عبدالرحمٰن 25 سال پہلے ایک مسلمان تھا۔پھر اس نے ایک بین الاقوامی عیسائی تنظیم کے ساتھ پشاور میں اپنے ہم قوم لوگوں کی مدد کا کام شروع کیا اور جلد ہی عیسائیت اختیار کر لی۔چودہ سال پہلے کا یہ فیصلہ اسے بہت مہنگا پڑ سکتا ہے کیونکہ عیسائی ہونے کے بعد اس نے چار سال پاکستان میں گزارے اور نو سال جرمنی میں رہا۔ 2002ء میں وہ واپس افغانستان گیا تا کہ اپنی دو بیٹیوں بعمر تیرہ اور چودہ سال کو اپنے ہمراہ لے جاسکے۔اس کی بیٹیاں اس کی غیر حاضری میں اپنے دادا کے پاس رہتی تھیں جس نے نوجوان لڑکیوں کو باپ کے ساتھ بھیجنے سے انکار کر دیا۔ ....معاملہ پولیس تک پہنچا اور لڑکیوں کے باپ کو ارتداد کے جرم میں قید کر لیا گیا۔اب وہ کابل کے مرکزی قید خانہ میں مقید اپنے مقدمہ کے فیصلہ کا انتظار کر رہا ہے جس کو نئے آئین کے تحت موت کی سزا بھی ہوسکتی ہے۔

عبدالرحمٰن کا مقدمہ قدامت پرستوں اور جدید خیالات کے لوگوں کے درمیان طاقت آزمائی کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ایک ماہر قانون کے مطابق افغانستان کے نئے آئین میں یہ بھی مندرج ہے کہ افغانستان کا مذہب اسلام ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ آئین بین الاقوامی انسانی حقوق کو تسلیم کرتا ہے۔سرکاری وکیل کو اصرار ہے کہ عبدالرحمٰن کو سزائے موت دی جاوے۔البتہ اگر وہ پھر سے مسلمان ہو جائے تو اسے معاف کر دیا جائے گا۔ابتدائی عدالت میں سماعت کرنے والے جج نے اخباری نمائندہ کو بتایا کہ مسلمان کو عیسائی بنانا جرم ہے۔اس طرح ملزم اپنے خاندان اور مذہب کو ذلیل کرتا ہے۔آپ کے ملک (برطانیہ) میں دو عورتیں باہم شادی کر لیتی ہیں جو نہایت غیر معقول ہے۔ہمارے ملک میں بہترین قانون ہے جو کسی کو اپنا مذہب تبدیل کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

ابتدائی عدالت میں سزائے موت کے فیصلہ کی صورت میں مجرم صوبائی عدالت اور سپریم کورٹ میں اپیل کر سکتا ہے۔سزائے موت پر عمل صدر افغانستان کی تصدیق و توثیق کے بعد ہوتا ہے۔

(ٹائمز لندن، 21/مارچ 2006ء، صفحہ 33)

اسی اخبار میں مذہبی امور کی نامہ نگار Ruth Gledhill لکھتی ہیں:

’’اسلام کی سچائی کا انکار کرنے والوں کے متعلق قرآن متضاد رہنمائی کرتا ہے۔چودہ مقامات میں ارتداد کی سزا کا ذکر ہے جن میں سے سات مقامات پر اس دنیا میں کسی سزا کا ذکر موجود نہیں ہے بلکہ اگلے جہان میں سزا ملنے کا ذکر ہے۔ چالیسویں سورۃ میں ہے کہ جو صحائف کا انکار کرتا ہے اسے لوہے کی زنجیریں اور کالر پہنائے جائیں گے۔اسے ابلتے ہوئے پانی اور جلتی ہوئی آگ میں پھینکا جائے گا۔دوسرے مقام پر قرآن برداشت کی تلقین کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ’’مذہب میں کوئی جبر نہیں‘‘۔دسویں اور اٹھارہویں سورۃ میں بھی ہے کہ جو ایمان نہیں لانا چاہتا اسے مجبور نہیں کرنا چاہئے‘‘۔

یہ نامہ نگار حدیث کے حوالے سے لکھتی ہے کہ جو بھی اسلام ترک کرتا ہے اسے قتل کر دو............

نامہ نگار نے مقدمہ کی سماعت کرنے والے جج کی طرف جو بات منسوب کی ہے اگر وہ درست ہے تو انتہائی تعجب کا مقام ہے۔ہم جنسوں کی باہم شادی یقیناً خلاف عقل، خلاف اخلاق، خلاف تہذیب، خلاف شریعت ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہوسکتا کہ ایک غلطی دوسری غلطی کے جواز کا سبب بن سکتی ہے۔ہم جنسیت کو قانونی شکل دے دینا ہرگز اس بات کو جائز قرار نہیں دیتا کہ مسلمان غیر اسلامی، غیر انسانی، ظالمانہ حرکات کا ارتکاب کریں۔

قرآن مجید نے ارتداد کی کسی دنیوی سزا کا ذکر نہیں کیا۔اس معاملہ میں باقی تمام معاملات کی طرح قرآن مجید میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔قرآن مجید کا تو یہ ایک مستقل چیلنج ہے کہ ﴿لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ (النساء: 83)۔یعنی اگر قرآن مجید خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتا تو اس میں بہت سے اختلافات پائے جاتے۔ اگر کسی کو قرآن مجید میں باہم اختلاف اور تضاد نظر آتا ہے تو یہ یقیناً اس کے اپنے فہم اور علم کا قصور ہے۔قرآن مجید کی مسلمہ اعجازی شان کے خلاف ہے کہ اس میں معین اور واضح احکامات نہ دئے گئے ہوں۔حقیقت یہی ہے کہ محض ارتداد کی سزا یقیناً اس دنیا میں نہیں دی جاتی البتہ ارتداد کے علاوہ اگر کوئی دوسرے معاشرتی جرائم یا مفسدانہ حرکتیں کی گئی ہوں تو ان کی سزا دی جاسکتی ہے۔بعض مثالیں جو اس سلسلہ میں اشتباہ پیدا کرتی ہیں وہ اسی قسم کی ہیں کہ جنگ کے دوران کسی نے مرتد ہو کر دوسری طرف شامل ہو کر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی یا دوسرے جرائم کا ارتکاب کر کے سزا سے بچنے کے لئے ارتداد اختیار کر لیا۔ظاہر ہے کہ ایسے شخص کو اس کے دوسرے جرائم کی سزا دی گئی نہ کہ ارتداد کی۔قرآن مجید کے غیر مبدّل، منصفانہ اصولوں کے مطابق ہر شخص اپنے عقیدہ کے معاملہ میں پوری طرح آزاد ہے۔

یاد رہے کہ سرزمین کابل میں مذہبی تنگ نظری اور ایسے ظالمانہ اقدامات کا یہ پہلا واقعہ نہیں ہے۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں دو احمدیوں حضرت مولوی عبدالرحمٰن خان صاحبؓ اور حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ کو محض اس جرم میں کہ انہوں نے اسلام کی تعلیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں مسیح وقت کو مان لیا تھا شہید کر دیا گیا۔اس ظالمانہ کارروائی کی تفصیل حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے اپنی تصنیف ’’تذکرۃ الشہادتین‘‘ میں درج فرمائی ہے۔

1924ء میں حضرت مولوی نعمت اللہ صاحبؓ کو بھی محض احمدی ہونے کے جرم میں نہایت بہیمانہ طریق پر شہید کر دیا گیا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اس وقت لندن میں تشریف فرما تھے۔حضور نے نہایت دردمند دل کے ساتھ عالمی ضمیر کو جھنجھوڑتے ہوئے حکومت افغانستان کے ظلم کی طرف متوجہ فرمایا اور دنیا کو بتایا کہ اسلام میں محض ارتداد کی کوئی سزا نہیں ہے اور ایسی خلاف شرع اور خلاف انصاف حرکات اسلام کو بدنام کرنے والی ہیں۔حقیقت تو یہ ہے کہ افغان ایک غیور اور دینی قدروں کی حفاظت کرنے والی قوم ہے۔اگر ان کے رہنما اور نام نہاد علماء ان کی غلط رہنمائی نہ کرتے تو وہ دنیا میں ایک معزز اور ترقی یافتہ قوم کے طور پر تسلیم کی جاتی۔مگر تنگ نظر مُلّاؤں نے اس قوم کی غلط رہنمائی کر کے انہیں اس مقام پر لا کھڑا کیا ہے کہ آج وہ دنیا بھر میں نشانۂ ظلم بلکہ نشانۂ تضحیک بنی ہوئی ہے۔ اسلامی قوانین تو ایسے واضح، منصفانہ اور سادہ ہیں کہ ان پر عمل کرنا تو دینی و دنیوی ترقیات کی ضمانت ہے۔

مغرب میں مذکورہ بالا خبر کا شدید ردّعمل ہوا ہے۔صدر بش اور ان کی انتظامیہ کابل حکومت پر اثر انداز ہونے کی کوشش کر رہی ہے۔بعض دوسری مغربی حکومتیں بھی افغانستان کی مدد بند کرنے کی دھمکی دے چکی ہیں۔دوسری طرف افغان حکومت کوئی درمیانی راستہ اختیار کرنے کی کوشش کر رہی ہے کیونکہ علماء کی کھلم کھلا مخالفت کی تو موجودہ امریکہ نواز حکومت بھی جرأت نہیں کر سکتی۔(تازہ ترین اطلاعات کے مطابق افغان حکومت نے اس شخص کو جیل سے رہا کر دیا ہے اور اسے کسی مغربی ملک میں پناہ دی جا رہی ہے)۔

کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ افغانستان اور دوسرے اسلامی ممالک اپنے خلاف اسلام اقدامات کی وجہ سے اسلام کی بدنامی کا باعث نہ بنیں۔

(عبدالباسط شاہد)

شجرِ عظیم

یوں تو دنیا میں گلستاں ہیں بہت اور جا بجا
ہر طرف ہے رنگ و بو، اشجار ہیں بے انتہا
اک شجر لیکن ہے سب اشجار سے بالکل جدا
اپنی عظمت اور یکتائی میں ہے سب سے سوا
باعثِ صد رشک ہے یہ امتیاز اُس کا جلی
مالکِ کون و مکاں کے ہاتھ سے ہے یہ لگا
باغباں اُس کا خدا ہے اور محافظ بھی وہی
اُس کے سایہ میں شجر یہ پھولتا پھلتا رہا
اُس کی شاخیں ہر زماں بڑھتی رہیں سوئے فلک
اور جڑیں زیرِ زمیں پاتی رہیں نشوونما
دشمنوں نے بارہا چاہا کہ دیں اُس کو اکھیڑ
دستِ قدرت ہر دفعہ اُس کی پنہ بنتا رہا
پیڑ یہ ایسا ہے پھل اُس کو سدا لگتے رہے
جب شہیدانِ وفا کا خوں بنا اُس کی غذا
دیکھتے ہی دیکھتے ایسا تناور ہو گیا
اُس کی عظمت کا ہے شاہد ایک عالَم بَرملا
وہ شجر جلوہ فگن ہے آج ہفت اقلیم پر
اُس کے سایہ میں سکوں پاتے ہیں جویانِ خدا
یہ شجر ہے احمدیت، مامنِ ہر جِنّ و اِنس
آیا جو اِس کے تلے وہ پا گیا رازِ بقا
ایک عالَم جل رہا ہے دھوپ میں بے سائباں
شکرِ مولیٰ کہ ہمیں یہ سایۂ رحمت ملا

(عطاء المجیب راشد)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی عظیم الشان دینی خدمات

(فضیل عیاض احمد۔ ربوہ)

(تیسری اور آخری قسط

جہاد کے غلط تصور کی تردید اور حقیقی اسلامی جہاد کی تنفیذ

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی عظیم الشان خدماتِ اسلامی کا تذکرہ ہے اور مجھے وقت کے ایوان سے ایک آواز بار بار آ رہی ہے کہ امام مہدی وہ عظیم الشان وجود ہے جس کے آنے سے جنگوں کا خاتمہ تھا، جس نے صلح کا شہزادہ بن کر آنا تھا، جسے صفاتِ جمالِ محمدی کا مظہر ہونا تھا۔ میں وقت کے رہوار پر سوار جب زمانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوا تو میرے کانوں میں محبوب یزدانی، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ندا آئی کہ جب وہ زمانہ آئے گا جب اسلام کا نام رہ جائے گا، قرآن کے حروف رہ جائیں گے، مساجد بظاہر آباد ہوں گی لیکن ہدایت کی جگہ خون خرابہ ہوگا، علماء ہوں گے لیکن فتنے ان سے نکلیں گے اور ان کی طرف ہی لوٹ کر جائیں گے ایسے میں خدا تعالیٰ عیسیٰ مسیح کو نازل کرے گا اور یَضَعُ الْحَرْبَ وہ آئے گا اور جنگوں کا التواء کرے گا۔

گزشتہ چند سال سے امت مسلمہ جس کرب آسا دور سے گزر رہی ہے وہ کسی پر مخفی نہیں۔ **"بعد گیارہ"** کی صدا ہر روز ہم ٹیلیویژن سے اُٹھتی سنتے ہیں۔ امت مسلمہ کے علماء فتنوں کا باعث ہیں۔ پاکستان ہندوستان اور بنگلہ دیش کی اخبارات کو اٹھا کر دیکھیں تو یہ پتہ چلتا ہے کہ فلاں فلاں عالم دین کا داخلہ فلاں فلاں ضلع میں بند ہے، جہاد کے نام پر مساجد میں خون بہایا جا رہا ہے۔ رسولِ امن و سلامتی، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر لشکر ترتیب دیئے جا رہے ہیں۔ جیشِ محمد، لشکرِ محمد، لشکرِ طیبہ کے نام آئے دن سننے میں آتے ہیں۔

صحابہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں قرآن کریم یوں رطب اللسان ہے: ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۔ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ﴾ (سورۃ الفتح:30)

محمد رسول اللہ اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کفار کے مقابلہ میں سخت ہیں لیکن آپس میں رحمت و مودت کی مثال ہیں۔ تُو ان کو رکوع اور سجود میں دیکھتا ہے کہ وہ خدا کے فضلوں اور اس کی رضا کے متلاشی ہیں اور ان کی علامتیں سجدوں کے اثر کی وجہ سے ان کے چہروں سے نمایاں ہیں۔

محبت و مودت کی تصویر ان صحابہ کرام کے نام پر ایسی تنظیمیں وجود میں آ رہی ہیں جن کا مقصد اور مدعا قتل و غارت گری اور فتنہ و فساد ہے۔ یہ سب کچھ جہاد کے ان غلط تصورات کی وجہ سے ہوا جو ازمنۂ وسطیٰ کے علما نے اپنے حکمرانوں کے مفادات میں وضع کئے اور جو آہستہ آہستہ ان علماء کے نام سے ہٹ کر عقیدہ کا رنگ اختیار کر گئے۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے آ کر جہاد کے ان تمام تصورات کو باطل قرار دیا جہاں دین کو بزور شمشیر پھیلانا درست ٹھہرایا جا رہا تھا۔ آپ نے مہدویت کے تعلق میں ان تمام عقائد کو باطل قرار دیا جہاں آنے والے مہدی نے تلوار ہاتھ میں اٹھا کر تمام معاملات درست کرنے تھے۔ یہ ایک طویل جدوجہد تھی جس کے لئے آپ کو ایک چومکھی جنگ لڑنا پڑی اور جو آج تک جماعت احمدیہ لڑ رہی ہے۔ آپؑ نے آ کر بتایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کو پھیلانے کے لئے کوئی جنگ نہیں لڑی۔ آپؐ نے تلوار اس وقت اٹھائی جب جنگ آپ پر مسلط کر دی گئی۔ جہاد کی وہ کیفیت جس کا نام قرآن کریم نے قتال رکھا ہے ایک ثانوی کیفیت ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے محض چند ایام ہی اس میں صرف ہوئے۔ ورنہ زمانۂ نبوت کے بعد کی زندگی کے تئیس سالوں میں سے تیرہ سال جو آپ نے مکہ میں گزارے جہاں سبّ و شتم کے ساتھ ساتھ جسمانی ایذاء کا سلسلہ بھی اپنے پورے عروج پر تھا آپ نے کسی بھی مرحلے پر تلوار ہاتھ میں نہیں لی۔ تلوار آپ نے اس وقت ہاتھ میں لی جب آپ پر جنگ مسلط کر دی گئی۔ اور وہ بھی صرف گنتی کے چند ایام۔

چنانچہ آپ اپنے معرکۃ الآراء مضمون 'گورنمنٹ انگریزی اور جہاد' میں لکھتے ہیں:۔

"اور مَیں اس وقت اپنی جماعت کو جو مجھے مسیح موعود مانتی ہے خاص طور پر سمجھاتا ہوں کہ وہ ہمیشہ ان ناپاک عادتوں سے پرہیز کریں۔ مجھے خدا نے جو مسیح موعود کر کے بھیجا ہے اور حضرت مسیح ابن مریم کا جامہ مجھے پہنا دیا ہے اس لئے مَیں نصیحت کرتا ہوں کہ شر سے پرہیز کرو اور نوع انسان کے ساتھ حقِ ہمدردی بجالاؤ۔ اپنے دلوں کو بُغضوں اور کینوں سے پاک کرو کہ اس عادت سے تم فرشتوں کی طرح ہو جاؤ گے۔ کیا ہی گندہ اور ناپاک وہ مذہب ہے جس میں انسان کی ہمدردی نہیں۔ اور کیا ہی ناپاک وہ راہ ہے جو نفسانی بُغض کے کانٹوں سے بھرا ہے۔ سو تم جو میرے ساتھ ہو ایسے مت ہو۔ تم سوچو کہ مذہب سے حاصل کیا ہے۔ کیا یہی کہ ہر وقت مردم آزاری تمہارا شیوہ ہو؟...... خدا کے لئے سب پر رحم کرو تا آسمان سے تم پر رحم ہو۔ آؤ مَیں تمہیں ایک ایسی راہ سکھاتا ہوں جس سے تمہارا نور تمام نوروں پر غالب رہے اور وہ یہ ہے کہ تم تمام سفلی کینوں اور حسدوں کو چھوڑ دو اور ہمدرد نوع انسان ہو جاؤ اور خدا میں کھوئے جاؤ اور اس کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی صفائی حاصل کرو کہ یہی وہ طریق ہے جس سے کرامتیں صادر ہوتی ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں اور فرشتے مدد کے لئے اترتے ہیں۔ مگر یہ ایک دن کا کام نہیں۔ ترقی کرو، ترقی کرو۔ اس دھوبی سے سبق سیکھو جو کپڑوں کو اوّل بھٹی میں جوش دیتا ہے اور دیئے جاتا ہے یہاں تک کہ آخر آگ کی تاثیریں تمام میل اور چرک کو کپڑوں سے علیحدہ کر دیتی ہیں۔ تب صبح اُٹھتا ہے اور پانی پر پہنچتا ہے اور پانی میں کپڑوں کو تر کرتا ہے اور بار بار پتھروں پر مارتا ہے تب وہ میل جو کپڑوں کے اندر تھی اور ان کا جزو بن گئی تھی کچھ آگ سے صدمات اٹھا کر اور کچھ پانی میں دھوبی کے بازو سے مار کھا کر یک دفعہ جدا ہونی شروع ہو جاتی ہے یہاں تک کہ کپڑے ایسے سفید ہو جاتے ہیں جیسے ابتداء میں تھے۔ یہی انسانی نفس کے سفید ہونے کی تدبیر ہے۔ اور تمہاری ساری نجات اس سفیدی پر موقوف ہے۔ یہی وہ بات ہے جو قرآن شریف میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا﴾ (سورۃ الشمس 91:10) یعنی وہ نفس نجات پا گیا جو طرح طرح کے میلوں اور چرکوں سے پاک کیا گیا۔ **دیکھو مَیں ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے مگر اپنے نفسوں کے پاک کرنے کا جہاد باقی ہے۔** اور یہ بات میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی بلکہ خدا کا یہی ارادہ ہے صحیح بخاری کی اس حدیث کو سوچو جہاں مسیح موعود کی تعریف میں لکھا ہے۔ "یَضَعُ الْحَرْبَ" یعنی مسیح جب آئے گا تو دینی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا۔"

اور پھر اپنی جماعت کے نام بطور حکم و عدل ایک عظیم الشان حکم جاری کرتے ہیں:

"سو میں حکم دیتا ہوں کہ جو میری فوج میں داخل ہیں وہ ان خیالات کے مقام سے پیچھے ہٹ جائیں۔ دلوں کو پاک کریں اور اپنے انسانی رحم کو ترقی دیں اور دردمندوں کے ہمدرد بنیں۔ زمین میں صلح پھیلاویں کہ اس سے اُن کا دین پھیلے گا۔" (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد۔ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 14-15)

آپ صلح و امن کا شہزادے بن کر آئے تھے۔ آپ نے فرمایا:

"اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں۔ ہماری طرف سے امان اور صلح کاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا ہے...... اپنے تئیں شریر کے حملہ سے بچاؤ مگر خود شریرانہ مقابلہ مت کرو۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 295-96)

اکثر غیر احمدی مسلمان علماء نے امام مہدی کا جو تصور دنیا کو دیا ہے وہ کچھ یوں ہے کہ امام مہدی کے آتے ہی دنیا میں قتل و غارت گری کا بازار گرم ہو جائے گا۔ وہ تلوار ہاتھ میں لے کر نکلے گا اور اس کے آتے ہی دنیا کے تمام خزائن پر مسلمانوں کو تصرف حاصل ہو جائے گا۔ کافر مغلوب ہوں گے، ان کی عورتیں لونڈیاں بن کر مسلمانوں کے قبضے میں آ جائیں گی، ملکوں پر ان کو اقتدار حاصل ہو گا۔ گویا مہدی منہاج انبیاء پر کام نہیں کرے گا بلکہ ایک جابر اور ظالم بادشاہ کی طرح ہوگا جس کا کام خون بہانے کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا۔

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ خونی مہدی کے اس بھیانک تصور کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"میں آج کنز العمال کو دیکھ رہا تھا مہدی اور دجال کی نسبت پچاسی حدیثیں اس میں جمع کی گئی ہیں۔ سب حدیثوں میں یہی ہے کہ وہ آتے ہی یوں خون ریزی کرے گا اور یوں خلق خدا کے خون سے روئے زمین کو رنگین کرے گا۔ خدا جانے ان لوگوں کو جو ان حدیثوں کے وضاع تھے" (یعنی ایسی جھوٹی حدیثیں گھڑنیوالے۔ ناقل) "سفاکی کی کس قدر پیاس اور خلقِ خدا کی جان لینے کی کتنی بھوک تھی۔ اور اُس وقت عقلیں کس قدر موٹی اور سطحی ہو گئی تھیں۔ یہ بات ان کی سمجھ میں نہ آئی کہ اصولِ تبلیغ اور ماموریت کے قطعاً خلاف ہے کہ کوئی مامور آتے ہی بلا اتمام حجت کے تیغ زنی شروع کر دے...... وہ مصلح ہی کیا ہوا۔ وہ خونریز مفسد ہوا...... میں ان حدیثوں کو پڑھ کر کانپ اٹھا اور دل میں گزرا اور بڑے درد کے ساتھ گزرا کہ اگر اب خدا تعالیٰ خبر نہ لیتا اور یہ سلسلہ قائم نہ کرتا جس نے اصل حقیقت سے خبر دینے کا ذمہ اٹھایا ہے تو یہ مجموعہ حدیثوں کا اور تھوڑے عرصہ کے بعد بے شمار مخلوق کو مرتد کر دیتا۔ ان حدیثوں نے تو (یعنی خونی مسیح اور خونی مہدی کے بارہ میں وضعی اور من گھڑت حدیثوں نے۔ ناقل) اسلام کی بیخ کنی اور خطرناک ارتداد کی بنیاد رکھ دی ہوئی ہے۔"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 1-120، 17/ اکتوبر 1900ء)

آپ نے اپنے منظوم کلام میں جہاد کے بارے میں اور اس زمانے میں دین کی خاطر جنگیں نہ کرنے کی وجوہات بہت تفصیل سے یوں بیان کی ہیں۔ ذیل میں صرف چند اشعار کا انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے
دیں کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسماں سے نورِ خدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد
کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو
کیوں بھولتے ہو تم "یَضَعُ الْحَرْب" کی خبر
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر
فرما چکا ہے سیّدِ کونین مصطفےٰؐ
عیسی مسیح جنگوں کا کر دے گا التواء

یہ حکم سن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اُٹھائے گا

ظاہر ہے خود نشاں کہ زماں وہ زماں نہیں
اب قوم میں ہماری وہ تاب و تواں نہیں
اب تم میں خود وہ قوت و طاقت نہیں رہی
وہ سلطنت وہ رعب وہ شوکت نہیں رہی
وہ نام وہ نمود وہ دولت نہیں رہی
وہ عزمِ مُقْبِلَانہ وہ ہمت نہیں رہی

دنیا و دیں میں کچھ بھی لیاقت نہیں رہی
اب تم کو غیر قوموں پہ سبقت نہیں رہی

سب پر یہ اک بلا ہے کہ وحدت نہیں رہی
اک پھوٹ پڑ رہی ہے مودّت نہیں رہی
تم مرگئے تمہاری وہ عظمت نہیں رہی
صورت بگڑ گئی ہے وہ صورت نہیں رہی
اب تم میں کیوں وہ سیف کی طاقت نہیں رہی
بھید اس میں ہے یہی کہ وہ حاجت نہیں رہی
اب کوئی تم پہ جبر نہیں غیر قوم سے
کرتی نہیں ہے منع، صلوٰۃ اور صوم سے

اے قوم تم پہ یار کی اب وہ نظر نہیں
روتے رہو دعاؤں میں بھی وہ اثر نہیں

کچھ کچھ جو نیک مرد تھے وہ خاک ہوگئے
باقی جو تھے وہ ظالم و سفّاک ہوگئے
اب تم تو خود ہی موردِ خشمِ خدا ہوئے
اُس یار سے بشامتِ عصیاں جدا ہوئے
اب غیروں سے لڑائی کے معنی ہی کیا ہوئے
تم خود ہی غیر بن کے محلِ سزا ہوئے

ایسا گماں کہ مہدیٔ خونی بھی آئے گا
اور کافروں کے قتل سے دیں کو بڑھائے گا
اے غافلو یہ باتیں سراسر دروغ ہیں
بہتاں ہیں، بے ثبوت ہیں اور بے فروغ ہیں
یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آ چکا
یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا

(مجموعہ اشتہارات جلد 3صفحہ297-300)

آج جو لوگ جماعت احمدیہ پر جہاد کے انکار کا الزام لگاتے ہیں میں ان سے صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ وہ ہمیں یہ بتائیں کہ ان کا تصورِ جہاد اب تک کہاں کامیاب ہوا؟ اور کیا ایک دوسرے کو مارنا جہاد ہے؟ کیا معصوم لوگوں کا خون کرنا جہاد ہے؟ کیا امام بارگاہوں میں اور مساجد میں گولیوں کی بارش برسانا جہاد ہے؟ کیا خودکش بموں کے دھماکے کرنا اور اس کے نتیجے میں بے گناہ لوگوں کی جانیں لینا جہاد ہے؟ کیا یہ جہاد ہے کہ مساجد کے منبروں پر چڑھ کر کفر کے فتاوی صادر کئے جائیں اور اپنے مخالف فرقوں کے لوگوں کو قتل کرنے اور ان کی جانیں لینے کو مباح قرار دے کر جنت کے وعدے کئے جائیں؟ اگر یہ جہاد ہے تو اس جہاد سے توبہ ہی بھلی۔

عربی اُمُّ الْاَ لْسِنَہ

سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام نے جو عظیم الشان خدمت اسلام کی ہے اس میں کئی سنگ میل ہیں مَیں نے وقت کی مناسبت سے چند ایک کا ذکر کیا ہے۔ آپ نے ایک عظیم الشان خدمت یہ کی کہ عربی زبان کے بارے میں تحقیق پیش کی کہ وہ ام الالسنہ ہے یعنی سب زبانوں کی ماں۔ اور تمام زبانوں نے اس کی کوکھ سے جنم لیا ہے۔ اور اس بارے میں تفصیلی اصول وضع کئے جن سے پتہ چلتا ہے کہ عربی تمام زبانوں کی ماں کیوں ہے۔ یہ باتیں آپ نے اپنی کتاب "مِنَنُ الرَّحْمٰن" میں بیان کیں۔

وفات مسیح ناصری علیہ السلام

آپ نے خدا تعالے سے خبر پا کر انکشاف کیا کہ حضرت مسیح ناصری فوت ہوگئے ہیں۔ وہ صلیب سے نجات پا کر صحت مند ہو کر فلسطین سے ہجرت کر کے کشمیر آ گئے تھے اور یہیں آپ کی وفات ہوئی اور سری نگر کے محلّہ خانیار میں یوز آصف کے نام سے جو مقبرہ موجود ہے وہ آپ کا ہے۔ یوز آپ کے نام یسوع کی بگڑی ہوئی شکل ہے اور آصف کے معنے ہیں جمع کرنے والا۔ یعنی آپ نے بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو جمع کیا۔ آپ کی یہ تحقیق مختلف کتب میں بکھری ہوئی ہے۔ لیکن تفصیل سے حضور کی کتب "مسیح ہندوستان میں" اور "رازِ حقیقت" میں موجود ہے۔

THOMPSON & CO SOLICITORS

Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact:

Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Mobile: 0780-3298065 Fax: 020 8871 9398

حضرت باباگرونانکؒ کے چولہ کا انکشاف

آپ نے یہ عظیم الشان تحقیق بھی پیش کی کہ حضرت باباگرونانکؒ مسلمان تھے اور توحیدِ خالص کے پجاری۔ آپ نے سکھوں کی مذہبی کتب اور ان کے ودوانوں کی تاریخی تحقیق سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچا دیا کہ گرونانک گو پیدا تو ایک ہندو گھرانے میں ہوئے لیکن آپ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں سرشار اور مَے توحید سے مخمور تھے۔ ان تمام باتوں کا تفصیلی تذکرہ آپ کی کتاب 'ست بچن' اور 'چشمۂ معرفت' میں ملتا ہے۔ منجملہ بہت سے ثبوتوں کے آپ نے اس کے ثبوت میں اس چولے کو بھی پیش کیا جو ڈیرہ بابا نانک صاحب ہندوستان میں ایک سکھ خاندان کے پاس محفوظ ہے اور جس پر آیات قرآنیہ اور کلمۂ شہادت لکھا ہوا ہے۔

جنت ودوزخ کی حقیقت کا پُرحکمت بیان

آپ نے جنت اور دوزخ کے اس تصور کو جو مُلّاؤں کے جاہلانہ خیالات کی پیداوار تھا درست کیا اور تفصیل سے اس بات پر روشنی ڈالی کہ جنت سے مراد ربّ کی رضا ہے اور دوزخ اس کی رحمت اور محبت سے دوری کا نام ہے۔ اس کی تفصیل آپ کی کتب اور ملفوظات میں متفرق طور پر بکھری ہوئی ہے۔ اس کا ایک حصّہ آپ کی معرکۃ الآراء تصنیف "اسلامی اصول کی فلاسفی" میں بیان ہے۔ اس کتاب میں آپ نے انسانی پیدائش کی غرض اور اس کی حکمتوں کو تفصیلی طور پر قرآن کریم کی روشنی میں بیان فرمایا اور یہ بتایا کہ کوئی انسان سمجھے یا نہ سمجھے اس کی پیدائش کی غرض خدا تعالیٰ کی پرستش، خدا تعالیٰ کی معرفت اور اس میں فانی ہو جانا ہے۔

عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام

آپ نے ایمان ویقین ومعرفت کے مختلف درجات بیان فرمائے اور ہمیں سمجھایا کہ خدا تعالیٰ کی راہیں کون سی ہیں اور ہم ان پر کس طرح چل سکتے ہیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دل محبت الٰہی سے سرشار تھا۔ آپ عشق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخمور تھے۔ اور یہ آپ کا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ہی تھا جس نے آپ کو ظلّی طور پر مقام نبوت سے سرفراز فرمایا۔ آپ کے اس مقام پر فائز ہونے کی وجہ بھی وہ محبت اور عشق تھا جو آپ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا۔ چنانچہ اپنی کتاب براہین احمدیہ میں فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ الہام ہوا جس کے معنے یہ تھے کے ملاءِ اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں یعنی ارادۂ الٰہی احیائے دین کے لئے جوش میں ہے لیکن ہنوز ملاءِ اعلیٰ پر شخص مُحیی کے تعیّن ظاہر نہیں ہوئی اس لئے وہ اختلاف میں ہے۔ اس اثناء میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک مُحیی کو تلاش کرتے پھرتے ہیں اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اس نے کہا کہ: "هٰذَا رَجُلٌ يُحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰه" یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے۔ اور اس قول سے یہ مطلب تھا کہ شرطِ اعظم اس عہدہ کی محبت رسول ہے سو وہ اس شخص میں متحقق ہے"۔

(براہین احمدیہ صفحہ 576 حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

چنانچہ آپ کو یہ منصب مُحیی عطا کیا گیا اور بنی نوع انسان کی روحانی نشأۃ ثانیہ کے لئے آپ کا ظہور ہوا۔ آپ نے آ کر محمد رسول اللہ کی عظمت کو قائم کیا۔ آپؐ کی محبت کو لوگوں کے دلوں میں بٹھایا۔ آپ کی قوت قدسیہ اور فیضان کو جاری ثابت کیا۔ یہ وہ عظیم الشان اسلامی خدمت ہے جس کا قرض امت محمدیہ کبھی بھی نہیں اتار سکتی۔

اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ دکھانے والی جماعت کا قیام

حضرت مسیحؑ نے کہا تھا: "کوئی اچھا درخت نہیں جو برا پھل لائے اور نہ کوئی برا درخت ہے جو اچھا پھل لائے۔ ہر درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ کیونکہ جھاڑیوں سے انجیر نہیں توڑتے اور نہ جھڑبیری سے انگور"۔

(لوقا باب 6 آیت43-44)

نیز فرمایا: "کیا جھاڑیوں سے انگور یا اونٹ کٹاروں سے انجیر توڑتے ہیں، اسی طرح ہر ایک اچھا درخت اچھا پھل لاتا ہے اور برا درخت برا پھل لاتا ہے۔...... پس ان کے پھلوں سے تم ان کو پہچان لو گے"۔

(متی باب ۷ آیت 17 تا20)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ۔ تُؤْتِيْ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا۔ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ۔ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ﴾ (ابراھیم:25-26-27)

کیا تو نے غور نہیں کیا کہ کس طرح اللہ نے مثال بیان کی ہے ایک کلمۂ طیبہ کی ایک شجرۂ طیبہ سے۔ اسکی جڑ مضبوطی سے پیوستہ ہے اور اس کی چوٹی آسمان میں ہے وہ ہر گھڑی اپنے رب کے حکم سے اپنا پھل دیتا ہے۔ اور اللہ انسانوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے تا کہ وہ نصیحت پکڑیں۔ اور ناپاک کلمے کی مثال ناپاک درخت کی سی ہے جو زمین پر سے اکھاڑ دیا گیا ہو۔ اس کے لئے (کسی ایک مقام پر) قرار مقدر نہ ہو۔ (ترجمہ از خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

پس جماعت احمدیہ وہ جماعت ہے جو خدائے واحد ولاشریک نے اس دورِ آخر میں اپنے کلمۂ طیبہ کی سربلندی کے لئے کھڑی کی ہے۔ اس لئے اس جماعت کے افراد کے اندر ایسے لوگ پیدا ہوئے اور ہو رہے ہیں جن کا اپنے خالق ومولا سے زندہ تعلق ہے اور جن کی جڑیں شجرۂ طیبہ کی طرح فطرتِ صحیحہ میں پیوست ہیں اور جن کی روحانی شاخیں خدائے تعالیٰ کی محبت میں جھوم جھوم کر اس سے باتیں کرتی ہوئی آسمان کی طرف بلند ہو رہی ہیں۔ یہ وہ پاک درخت ہے جس کو کبھی کڑوے پھل نہیں لگ سکتے اور جہاں روحانیت کے گلہائے رنگا رنگ کھلتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ ایک تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی کہ:

۞......"تیری ذریت منقطع نہیں ہوگی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔ خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا۔ اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔ میں تجھے اٹھاؤں گا اور اپنی طرف بلالوں گا پر تیرا نام صفحۂ زمین سے کبھی نہیں اٹھے گا۔ اور ایسا ہوگا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں وہ خود ناکام رہیں گے اور ناکامی اور نامرادی میں مریں گے۔ لیکن خدا تجھے بکلی کامیاب کرے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس واموال میں برکت دوں گا۔ اور ان میں کثرت بخشوں گا اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے۔ خدا انہیں نہیں بھولے گا اور فراموش نہیں کرے گا اور وہ علی حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائیں گے۔ تُو مجھ سے ایسا ہے جیسے انبیاء بنی اسرائیل (یعنی ظلی طور پر ان سے مشابہت رکھتا ہے) تو مجھ سے ایسا ہے جیسی میری توحید۔ تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں۔ اور وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دل میں تیری محبت ڈالے گا یہاں تک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔

(از اشتہار 20/ فروری 1886۔ مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ102-103)

چنانچہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کی منشاء اور مرضی کے مطابق یہ جماعت قائم کی ایک ایسی جماعت جو مسیح الزمان کے ایک اشارے پر تن من دھن قربان کرنے کے لئے تیار تھی۔ وہ جماعت جس کا آغاز لدھیانہ میں حضرت صوفی احمد جان صاحب رضی اللہ عنہ کے مکان پر معدودے چند افراد کی بیعت سے ہوا آج ایک تناور درخت بن چکی ہے۔ مخلصین اور محبّین کا ایک ایسا گروہ جس کے اموال اور نفوس میں برکت دی گئی۔

آپ نے دین کی خاطر زندگی وقف کر دینے کی ایک ایسی مثال قائم کی جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی اور جس پر چل کر خلافت ثانیہ میں وقف زندگی نے ایک کبھی نہ مٹنے والی تحریک کی حیثیت حاصل کر لی جو آج تحریک وقف نو کی شکل میں پھر تروتازہ ہو کر ایک نئے جوش اور ولولے کے ساتھ غلبۂ اسلام کی راہ پر گامزن ہے۔ وقفِ زندگی کی اس تحریک میں ہزاروں واقفین بے لوث خدمت کے جذبے کے ساتھ دنیا بھر میں کام کر رہے ہیں اور ہر قوم اس چشمے سے پانی پی رہی ہے۔

آج جماعت احمدیہ میں داخل ہونے والا ایک ایک فرد مسیح محمدیؑ کے صدق پر گواہ ہے۔ یہ پاک جماعت یہ گواہی دے رہی ہے کہ اس مہدی برحق کے اموال و نفوس میں برکت دی گئی۔ تم گواہی دے رہے ہو کہ تم میں سے بہتیرے ہیں جو يَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُوْحِيْ اِلَيْهِمْ مِنَ السَّمَآءِ کا مصداق بن کر آئے ہیں جنہیں خدا نے رؤیا کے ذریعے قبول احمدیت کی توفیق دی۔ تم میں سے ہر ایک جو اس جماعت میں خدا کی خاطر داخل ہوا ہے مسیح محمدی کی صداقت کا ایک زندہ نشان ہے کہ مسیح پاک کو خدا نے خبر دی تھی کہ يَاْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ وَ يَاْتِيْكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ کہ تیرے ماننے والے تیرے پاس دور دور کی راہوں سے آئیں گے، اور ایسے اموال بھی آئیں گے کہ جن کی آمد دور دور کی راہوں سے ہوگی۔ ہاں ہاں تم گواہ ہو کہ وہ مسیح پاک نے ایک ایسا بیج بویا جس سے وہ شجر سایہ دار پھوٹا ہے جس کے سائے میں افریقہ کے سیاہ فاموں سے

باقی صفحہ نمبر 9پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

نظام خلافت کے بعد نظام شوریٰ کا ایک تقدس ہے۔ اس لئے بظاہر سمجھدار اور نیک لوگ جو عبادت کرنے والے اور تقویٰ پر قدم مارنے والے ہوں ان کو منتخب کرنا چاہیئے۔

جب مجلس شوریٰ کسی رائے پر پہنچ جاتی ہے اور خلیفۂ وقت سے منظوری حاصل کرنے کے بعد اس فیصلے کو جماعتوں میں عملدرآمد کرنے کے لئے بھجوادیا جاتا ہے تو یہ نمائندگان کا بھی فرض ہے کہ اس بات کی نگرانی کریں کہ اس فیصلے پر عمل ہو رہا ہے یا نہیں ہو رہا۔

خلیفۂ وقت کی منظوری کے بعد جب کوئی فیصلہ جماعتوں کو عملدرآمد کے لئے بھجوادیا جاتا ہے تو امانت کا حق اور تقدس کا تقاضا یہ ہے کہ خلیفۂ وقت کا دست و بازو بن کر اس پر عملدرآمد میں جُت جائیں۔ نہ سستیاں دکھائیں اور نہ توجیہیں نکالنے کی کوشش کریں۔

یاد رکھیں کہ ہوشیاری، چالاکی یا علم سے نہ احمدیت کا غلبہ ہونا ہے، نہ کوئی انقلاب آنا ہے۔
اگر دنیا میں کوئی تبدیلی پیدا ہونی ہے تو وہ دعاؤں سے اور تقویٰ پر قدم مارتے ہوئے ہونی ہے۔

(مجلس مشاورت کے حوالہ سے نمائندگان ،عہدیداران اور افرادِ جماعت کو نہایت اہم تاکیدی نصائح)

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ 24/مارچ 2006ء بمطابق 24/امان 1385 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح ،لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيکَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ-اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ-مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّا کَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ-اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ-صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ۔

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْلَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ ۔ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۔اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾ (سورة آل عمران آیت 160)

آج سے پاکستان میں وہاں کی مجلسِ شوریٰ شروع ہو رہی ہے۔ اِن دنوں میں اَور ملکوں میں بھی سالانہ مجلس مشاورت ہو رہی ہوتی ہیں، آج کل شروع ہو جاتی ہیں۔ اس لئے شوریٰ کے نمائندگان اور عہدیداران کے حوالے سے چند باتیں کہوں گا۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں جماعت میں مجلسِ شوریٰ کا ادارہ نظامِ جماعت اور نظامِ خلافت کے کاموں کی مدد کے لئے انتہائی اہم ادارہ ہے۔ اور حضرت عمرؓ کا یہ قول اس سلسلہ میں بڑا اہم ہے کہ لَاخِلَافَةَ اِلَّا بِالْمَشْوَرَة کہ بغیر مشورے کے خلافت نہیں ہے۔ اور یہ قول قرآن کریم کی ہدایت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کے عین مطابق ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے ہر اہم کام میں مشورہ لیا کرتے تھے۔ لیکن جیسا کہ آیت سے واضح ہے مشورہ لینے کا حکم تو ہے لیکن یہ حکم نہیں کہ جو اکثریت رائے کا مشورہ ہو اُسے قبول بھی کرنا ہے۔ اس لئے وضاحت فرمادی کہ مشورہ کے بعد مشورہ کے مطابق یا اُسے ردّ کرتے ہوئے، اقلیت کا فیصلہ مانتے ہوئے یا اکثریت کا فیصلہ مانتے ہوئے جب ایک فیصلہ کرلو، کیونکہ بعض دفعہ حالات کا ہر ایک کو پتہ نہیں ہوتا اس لئے مشورہ ردّ بھی کرنا پڑتا ہے۔ تو پھر یہ ڈرنے یا سوچنے کی ضرورت نہیں کہ ایسا نہ ہو جائے، ویسا نہ ہو جائے۔ پھر اللہ پر توکل کرو اور جس بات کا فیصلہ کرلیا اس پر عمل کرو۔

اس کے ساتھ ہی قرآن کریم نے اس حوالے سے اُس ماحول کی بھی نشاندہی کردی اور ہمیں وہ طریقہ بھی بتا دیا جو جماعت کا ہونا چاہیئے۔ یہاں مخاطب گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن مراد اُمّت سے ہے۔ جو آیت مَیں نے پڑھی ہے اس میں خاص طور پر اس زمانے میں جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کے بعد خلافت نے دائمی طور پر قائم ہونا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حکم دیا گیا یا جو ارشاد فرمایا گیا ہے، اصل میں تو یہ جماعت کے لئے ہے اُمّت کے لئے بھی ہے لیکن جماعت کے افراد کے لئے بھی ہے۔ ان کو یہ یاد رکھنا چاہئے اس میں عہدیداران بھی آ جاتے ہیں۔ سب سے بڑا مخاطب خلیفہ وقت ہوتا ہے کہ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں نرمی ہے اسی طرح خلیفہ وقت کے دل میں بھی نرمی ہوتی ہے اور جب تک خلافت کا نظام علیٰ منہاج نبوت رہے گا اور خلافت کا نظام علیٰ منہاج نبوت کا یہ نظام اللہ تعالیٰ کے فضل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق قائم ہو چکا ہے اور جب تک یہ نظام رہے گا خلیفۂ وقت کے دل میں افراد جماعت کے لئے نرمی بھی رہے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور جیسا کہ مَیں نے کہا یہ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق قائم ہو گیا ہے اور یہ ایک دائمی نظام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ سب کچھ کسی کی کوششوں سے نہیں ہو گا یا اپنی طبیعتوں میں خود بخود تبدیلی پیدا نہیں ہو گی بلکہ یہ خدا تعالیٰ کی خاص رحمت اور فضل سے ہوتا ہے اور ہو گا۔ اور خلافت کا یہ نظام اور پھر جماعت کا نظام، یہ اللہ تعالیٰ کے خاص فضلوں سے چلتا رہے گا۔ اور افرادِ جماعت کا بھی خلافت کے ساتھ جو تعلق ہے وہ بھی اس نظامِ خلافت کے چلنے کی وجہ سے جاری رہے گا اور یہ تعلق بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہی جماعت کے افراد کے اندر پیدا کیا ہوا ہے۔ خلافت سے جو جوش اور محبت جماعت کو ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے خاص فضلوں میں سے ہے۔ یہ دوطرفہ بہاؤ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کی وجہ سے جماعت میں قائم ہے۔ یعنی خلیفۂ وقت کو یہ حکم ہے کہ دین کے اہم کاموں میں اُمّت کے لوگوں سے مشورہ لو۔ نرم دل رہو اور دعا کرو۔ لوگوں کو یہ حکم ہے کہ جب مشورہ مانگا جائے تو نیک نیت ہو کر تقویٰ پر قدم مارتے ہوئے مشورہ دو۔ اس لئے حکم ہے کہ جن سے مشورہ لیا جائے وہ نیک ہوں اور تقویٰ پر چلنے والے ہوں ہر ایک سے مشورہ لینے کا حکم نہیں ہے۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شَاوِرُوا الْفُقَهَآءَ وَالْعَابِدِيْنَ کہ سمجھدار اور عبادت گزار لوگوں سے مشورہ کرو۔ اس لئے جماعت میں یہ طریق رائج ہے کہ ایسے لوگ جو بظاہر نظام جماعت کے پابند بھی ہوں، مالی قربانی کرنے والے بھی ہوں، عبادتیں کرنے والے بھی ہوں وہ مرکزی شوریٰ کے لئے اپنے میں سے نمائندے چنتے ہیں جو مجلس شوریٰ میں بیٹھ کر تقویٰ کی راہوں پر قدم مارتے ہوئے مشورے دیتے ہیں یا دینے چاہئیں۔

ایک روایت میں آتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب ﴿شَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ﴾ کی آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگرچہ اللہ اور اس کا رسول اس سے مستغنی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے میری اُمّت کے لئے رحمت کا باعث بنایا ہے۔ پس ان میں سے جو مشورہ کرے گا وہ رشد و ہدایت سے محروم نہیں رہے گا۔

پس یہ مشورے امت کے لئے رحمت کا باعث ہیں اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے رُشد و ہدایت پر چلانے والے ہیں۔ لیکن اس پہلی حدیث کے مطابق اگر مشورہ دینے والے اپنی عقل اور سمجھ کے ساتھ ساتھ اپنے کسی خاص کام میں مہارت کے ساتھ ساتھ عبادت گزار بھی ہوں اور نیکیوں پر قدم مارنے والے بھی ہوں، تقویٰ پر قائم ہوں تبھی ایسے مشورے ملیں گے جو قوم کے مفاد میں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرنے والے ہوں گے۔ اور ان مشوروں میں برکت بھی پڑے گی اور بہتر نتائج بھی برآمد ہوں گے۔

پس یہاں ممبران جماعت پر بہت بڑی ذمہ داری ڈالی گئی ہے کہ صرف اپنی دوستی اور رشتہ داری یا تعلق داری کی وجہ سے ہی شوریٰ کے نمائندے منتخب نہیں کرنے بلکہ ایسے لوگ جو تقویٰ پر چلنے والے ہوں، کیونکہ تم جس ادارے کے لئے یہ نمائندگان منتخب کر کے بھجوا رہے ہو یہ بڑا مقدس ادارہ ہے اور نظامِ خلافت کے بعد نظامِ شوریٰ کا ایک تقدس ہے۔ اس لئے بظاہر سمجھدار اور نیک لوگ جو عبادت کرنے والے اور تقویٰ پر قدم مارنے والے ہوں اُن کو منتخب کرنا چاہئے اور جب ایسے لوگ چنو گے تبھی تم رحمت کے وارث بنو گے ورنہ دنیادار لوگ تو پھر ویسے ہی اخلاق دکھائیں گے جیسے ایک دنیادار دنیاوی اسمبلیوں میں، پارلیمنٹوں میں دکھاتے ہیں۔ پس افراد جماعت کی طرف سے اس امانت کا حق جو اُن کے سپرد کی گئی ہے اس وقت ادا ہو گا جب تقویٰ پر چلتے ہوئے اپنے شوریٰ کے نمائندے منتخب کریں گے۔

پاکستان میں تو اب جماعتوں کی طرف سے اس ادائیگی امانت کا وقت گزر چکا ہے۔ کیونکہ نمائندے منتخب کر لئے ہیں آج شوریٰ ہو رہی ہے۔ لیکن جن ملکوں میں ابھی نمائندے چنے جانے ہیں ان کو یہ بات ہمیشہ مدنظر رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ﴿تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَهْلِهَا﴾ (سورة النساء آیت :59) کہ امانتوں کو ان کے مستحقوں کے سپرد کرو کیونکہ وہ نمائندے خلیفۂ وقت کو مشورہ دینے کے لئے چنے جاتے ہیں۔ آپ اپنی جماعتوں سے نمائندے چن کے اس لئے بھیج رہے ہیں کہ خلیفۂ وقت کو مشورہ دیں۔ اس لحاظ سے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ جو لوگ کھلی آنکھ سے ظاہراً نااہل نظر آ رہے ہوں ان کو اگر آپ چنیں گے تو وہ پھر شوریٰ کی نمائندگی کا حق بھی ادا نہیں کر سکتے۔ یا ایسے لوگ جو بلاوجہ اپنی ذات کو ابھار کر سامنے آنے کا شوق رکھتے ہیں وہ بھی جب شوریٰ میں آتے ہیں تو مشوروں سے زیادہ اپنی علمیت کا اظہار کر رہے ہوتے ہیں۔ تو جماعتیں جب انتخاب کرتی ہیں تو اس بات کو مدنظر رکھنا چاہئے کہ ایسے لوگوں کو نہ چنیں۔ تو یہ ہے شوریٰ کے ضمن میں ذمہ داری افراد جماعت کی کہ تقویٰ پر قائم ہوتے ہوئے اپنے نمائندگانِ شوریٰ چنیں نہ کہ کسی ظاہری تعلق کی وجہ سے اور جس کو چنیں اس کے بارے میں اچھی طرح پرکھ لیں۔ اس کو آپ جانتے ہوں، آپ کے علم کے مطابق اس میں سمجھ بوجھ بھی ہو اور علم بھی ہو اور عبادت گزار بھی ہو۔ اور تقویٰ کی راہوں پر چلنے والا بھی ہو۔

اب مَیں نمائندگان سے بھی چند باتیں کہنا چاہتا ہوں۔ شوریٰ کی نمائندگی ایک سال کے لئے ہوتی ہے۔ یعنی جب شوریٰ کا نمائندہ منتخب کیا جاتا ہے تو اس کی نمائندگی اگلی شوریٰ تک چلتی ہے جب تک نیا انتخاب نہیں ہو جاتا۔ صرف تین دن یا دو دن کے اجلاس کے لئے نہیں ہوتی۔ شوریٰ کے نمائندگان کے بعض کام مستقل نوعیت کے اور عہدیداران جماعت کے معاون کی حیثیت سے کرنے والے ہوتے ہیں اس لئے مستقلاً اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ تو جیسا کہ مَیں نے کہا جماعت کو اپنے نمائندے ایسے لوگوں کو چننا چاہئے جو ان کے نزدیک ایک تو سمجھ بوجھ رکھنے والے ہوں۔ ہر میدان میں ہر ایک ماہر نہیں ہوتا، کوئی کسی معاملے میں زیادہ صائب رائے رکھنے والا ہوتا ہے یا مشورہ دے سکتا ہے، کوئی کسی معاملے میں۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ عبادت گزار ہونا چاہئے اور حقیقی عبادت گزار ہمیشہ تقویٰ پر قدم مارنے والا ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ یہ کوشش کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے رہنمائی حاصل کرے۔ اور جہاں قرآن اور سنت کے مطابق واضح ہدایات نہ ملتی ہوں وہاں وہ اپنی سمجھ اور علم کو خدا سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے استعمال کرنے کی کوشش کرتا ہے تو کہنے کا یہ مطلب ہے کہ جب نمائندگان کو افرادِ جماعت اس حسن ظنی کے ساتھ منتخب کرتے ہیں تو جو نمائندگانِ شوریٰ ہیں ان پر بھی بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ وہ ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اور تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے اپنی اس ذمہ داری کو ادا کریں۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ جماعت کے افراد نے آپ پر حسن ظن رکھتے ہوئے قرآن کریم کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہوئے آپ کو منتخب کیا ہے کہ ﴿تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَهْلِهَا﴾ (سورة النساء آیت :59) کہ امانتیں ان کے اہل کے سپرد کرو۔ خدا کرے کہ اکثریت نمائندگان جو وہاں شوریٰ میں آئے ہوئے ہیں ان کا انتخاب اسی سوچ کے ساتھ ہوا ہو اور کسی خویش پروری یا ذاتی پسند کی وجہ سے نہ ہوا ہو۔

لیکن اگر بالفرض بعض ایسے نمائندگان بھی آ گئے ہیں جو ذاتی تعلق کی وجہ سے منتخب ہوئے ہیں تو مَیں امید رکھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایسے نمائندگان کو سمجھ بوجھ کے ساتھ تقویٰ پر چلتے ہوئے مشورے دینے والا بنائے اور کبھی مجھے ایسے مشیر نہ ملیں جو دنیا کی ملونی اپنے اندر رکھتے ہوئے مشورے دینے والے ہوں۔ تو مَیں کہہ یہ رہا تھا کہ اگر بعض نمائندگان اس معیار کو مدنظر رکھے بغیر بھی چنے گئے ہیں وہ بھی اب میری یہ بات سن کر استغفار کرتے ہوئے اپنے آپ کو تقویٰ پر چلاتے ہوئے اس امانت کی ادائیگی کا اہل بنانے کی کوشش کریں۔ یہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے اس لئے اس پر چلتے ہوئے اگر آپ عمل کریں گے تو اپنی ذات کو بھی فائدہ پہنچا رہے ہوں گے۔

پس ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ ایک امانت ہے جس کی ادائیگی کا آپ کو حق ادا کرنا ہے۔ اس نمائندگی کو کوئی معمولی چیز نہ سمجھیں کہ تین دن کے لئے ایک جگہ جمع ہو گئے ہیں کچھ باتیں سن لیں کچھ دوستوں سے مل لئے اور بس، صرف اتنا کام نہیں ہے، ان کا بڑا وسیع کام ہے۔

پھر نمائندگان یہ بھی یاد رکھیں کہ جب مجلس شوریٰ کسی رائے پر پہنچ جاتی ہے اور خلیفۂ وقت سے منظوری حاصل کرنے کے بعد اس فیصلے کو جماعتوں میں عملدرآمد کرنے کے لئے بھجوا دیا جاتا ہے۔ تو یہ نمائندگان کا بھی فرض ہے کہ اس بات کی نگرانی کریں اور اس پر نظر رکھیں کہ اس فیصلے پر عمل ہو رہا ہے یا نہیں ہو رہا اور اس طریق کے مطابق ہو رہا ہے جو طریق وضع کر کے خلیفہ وقت سے اس کی منظوری حاصل کی گئی تھی۔ یا بعض جماعتوں میں جا کر بعض فیصلے عہدیداران کی سستیوں یا مصلحتوں کا شکار ہو رہے ہیں۔ اگر تو ایسی صورت ہے تو ہر نمائندہ شوریٰ اپنے علاقے میں ذمہ دار ہے کہ اس پر عملدرآمد کروانے کی کوشش کرے اپنے عہدیداران کو توجہ دلائے، جیسا کہ مَیں نے کہا کہ ان کے معاون کی حیثیت سے کام کرے۔ ایک کافی بڑی تعداد عہدیداران کی نمائندہ شوریٰ بھی ہوتی ہے۔ وہ اگر کسی فیصلے پر عمل ہوتا نہیں دیکھتے تو اپنی عاملہ میں اس معاملے کو پیش کر کے اس پر توجہ دلائیں۔ نمائندگان شوریٰ چاہے وہ انتظامی عہدیدار ہیں یا عہدیدار نہیں ہیں اگر اس سوچ کے ساتھ کئے گئے فیصلوں کی نگرانی نہیں کرتے اور وقتاً فوقتاً مجلس عاملہ میں نتائج کے حاصل ہونے یا نہ ہونے کا جائزہ نہیں لیتے تو ایسے نمائندگان اپنا حق امانت ادا نہیں کر رہے ہوتے۔ اور اگر یہاں اس دنیا میں یا نظام جماعت کے سامنے، خلیفۂ وقت کے سامنے اگر بہانے بنا کر بچ بھی جائیں گے تو اللہ اور اس کے رسول نے فرمایا ہے کہ ایسے لوگ ضرور پوچھے جائیں گے جو اپنی امانتوں کا حق ادا نہیں کرتے۔

پس اس اعزاز کو کسی تفاخر کا ذریعہ نہ سمجھیں۔ بلکہ یہ ایک ذمہ داری ہے اور بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ اگر باوجود توجہ دلانے کے پھر بھی مجلس عاملہ یا عہدیداران توجہ نہیں دیتے اور اپنے دوسرے پروگراموں کو زیادہ اہمیت دی جا رہی ہے اور شوریٰ کے فیصلوں کو درازوں میں بند کیا ہوا ہے، فائلوں میں رکھا ہوا ہے تو پھر نمائندگان شوریٰ کا یہ کام ہے کہ مجھے اطلاع دیں۔ اگر مجھے اطلاع نہیں دیتے تو پھر بھی امانت کا حق ادا کرنے والے نہیں ہیں، بلکہ اس وجہ سے مجرم بھی ہیں۔ جب بعض دفعہ یہ ہوتا ہے کہ کسی وجہ سے، کسی رنجش کی بنا پر کوئی فردِ جماعت اگر کوئی خط لکھتا ہے تو پھر جب بات سامنے آتی ہے اور جب بعض کاموں کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے، یا تحقیق کی جاتی ہے تو پھر یہی عہدیداران اور نمائندگان لمبی لمبی کہانیوں کا ایک دفتر کھول دیتے ہیں۔ امانت کی ادائیگی کا تقاضا تو یہ تھا کہ جب کوئی غلط بات یا سستی دیکھی تو فوراً اطلاع کی جاتی۔ اور اگر مقامی سطح پر یہ باتیں حل نہیں ہو رہی تھیں تو اُس وقت آپ باتیں پہنچاتے۔

جماعت کی ترقی کی رفتار تیز کرنے کا یہ ایک مسلسل عمل ہے۔ بعض لوگ اس خوف سے کہ ہم پر ذمہ داری نہ آ پڑے ذمہ داری سے بچنے کے لئے خاموشی سے بیٹھے رہتے ہیں۔ تو اگر اپنا جائزہ لینے کی، اپنا محاسبہ کرنے کی ہر عہدیدار کو ہر نمائندہ شوریٰ کو عادت ہو گی اور یہ خیال ہو گا کہ مجھ پر اعتماد کرتے ہوئے خلیفہ وقت کو مشورہ دینے کے لئے چنا گیا ہے اور پھر تقویٰ کی راہوں پر چلتے ہوئے مشورہ دینے کے بعد میری یہ بھی ذمہ داری ہے کہ مَیں یہ جائزہ لیتا رہوں کہ کس حد تک ان فیصلوں پر عمل ہوا ہے یا ہو رہا ہے تو مجھے امید ہے انشاء اللہ تعالیٰ جماعت کے کاموں میں ایک واضح تبدیلی پیدا ہو گی۔ جیسا کہ مَیں نے کہا یہ ایک مسلسل عمل ہے کام کرنے کا اور جائزے لیتے رہنے کا۔ تبھی ترقی کی رفتار تیز ہوتی ہے۔ اور جماعتوں میں ایک واضح بیداری پیدا ہو گی اور نظر آ رہی ہو گی۔

اب اس دفعہ بھی پاکستان کی شوریٰ میں پیش کرنے کے لئے جماعتوں نے بعض تجویزیں رکھیں اور یہ دوسرے ملکوں میں بھی ہوتا ہے لیکن ان تجویزوں کو انجمن یا ملکی مجلس عاملہ شوریٰ میں پیش کرنے کی سفارش نہیں کرتی کہ یہ تجویز گزشتہ سال یا دو سال پہلے شوریٰ میں پیش ہو چکی ہے اور حسب قواعد تجویز تین سال سے پہلے شوریٰ میں پیش نہیں ہو سکتی۔ تو اس تجویز کے آنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کم از کم اس جماعت میں جس کی طرف سے یہ تجویز آئی ہے وہاں اُس فیصلے پر جو ایک سال یا دو سال پہلے ہوا تھا، شوریٰ نے کیا تھا اور پھر منظوری لی تھی، اس پر عملدرآمد نہیں ہو رہا۔ اور یہ بات واضح طور پر اس جماعت کے عہدیداران اور نمائندگان شوریٰ کی سستی اور نااہلی ثابت کرتی ہے۔ اور یہ واضح ثبوت ہے اس بات کا کہ خود ہی کسی کام کو کرنے کے بارے میں ایک رائے قائم کر کے اور پھر اس پر آخری فیصلہ خلیفہ وقت سے لینے کے بعد اس فیصلے کو جماعت نے کوئی اہمیت نہیں دی۔ یہ سستی صرف اس لئے ہے کہ جس طرح ان معاملات کا پیچھا کرنا چاہئے، مرکز نے بھی پیچھا نہیں کیا، نظارتوں نے بھی پیچھا نہیں کیا یا ملکی سطح پر ملکی عاملہ پیچھا نہیں کرتی۔ ترجیحات اَور اَور ہیں۔ اس طرح مرکزی عہدیداران بھی جب یہ توجہ نہیں دے رہے ہوتے تو وہ بھی اپنی امانت کا حق ادا نہیں کر رہے ہوتے۔ اس کے لئے مرکزی عہدیداران کو بھی اپنا محاسبہ کرنا چاہئے اور مقامی جماعت کے عہدیداران اور نمائندگان شوریٰ کو بھی اپنا محاسبہ کرنا ہو گا اور جائزہ لینا ہو گا اور وجوہات تلاش کرنی ہوں گی کہ کیوں سال دو سال پہلے فیصلے پر عملدرآمد نہیں ہوا۔ جیسا کہ مَیں نے کہا ہے کہ ملکی انتظامیہ کی طرف سے یا انجمنوں کی طرف سے اس بنا پر کہ تھوڑا عرصہ پہلے کوئی تجویز پیش

ہو چکی ہے، پیش نہ کئے جانے کی سفارش آتی ہے۔ ٹھیک ہے شوریٰ میں پیش تو نہ ہو لیکن اپنے جائزے اور محاسبہ کے لئے کچھ وقت ان تجاویز کی جگالی کے لئے ضروری ہے۔ یہ دیکھنا چاہئے کہ کیا وجہ ہے کہ عملدرآمد نہیں ہوا۔ اگر تو 70-80 فیصد جماعتوں میں عمل ہو رہا ہے اور 20-30 فیصد جماعتوں میں نہیں ہو رہا تو پھر تو جائزے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اگر 70-80 فیصد جماعتوں میں گزشتہ فیصلوں پر عمل نہیں ہو رہا ہے تو لمحہ فکریہ ہے۔ اس طرح تو اعلیٰ مقاصد حاصل نہیں کئے جاتے۔ تو مَیں سمجھتا ہوں کہ شوریٰ میں اس کے لئے بھی مخصوص وقت ہونا چاہئے تاکہ دیکھا جائے اپنا جائزہ لیا جائے۔ یہ ٹھیک ہے کہ کج بحثی ناپسندیدہ فعل ہے لیکن بحث سے بچنے کے لئے، اپنے جائزے لینے کے لئے، آنکھیں بند کر لینا بھی اس سے زیادہ ناپسندیدہ فعل ہے۔ اس جائزہ میں یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ جن جماعتوں نے خاص کوشش کی ہے زیادہ اچھا کام کیا ہے ان کا طریقہ کار کیا تھا۔ انہوں نے کس طرح اس پر عملدرآمد کروایا۔ اس طرح پھر جب ڈسکشن (Discussion) ہو گی تو پھر دوسری جماعتوں کو بھی اپنی کارکردگی بہتر کرنے کا موقع مل جائے گا۔ لیکن اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہئے اس کارروائی یا بحث میں بعض دفعہ یہ ہوتا ہے کہ بعض لوگوں کی ذات پر تبصرے شروع ہو جاتے ہیں۔ کسی کی ذات پر تبصرہ نہیں کرنا بلکہ صرف شعبے کا جائزہ ہو۔ اس فیصلے پر جس پر پوری طرح عمل نہیں ہو رہا، اس کا جائزہ لیا جائے کہ کہاں کمیاں ہیں اور کیوں کمیاں ہیں۔ بہرحال ہمیں کوئی ایسا طریق وضع کرنا ہو گا جس سے قدم آگے بڑھنے والے ہوں۔ یہ نہیں ہے کہ ایک فیصلہ کیا اور تین سال اس پر عمل نہ کیا یا اتنا کم عمل کیا کہ نہ ہونے کے برابر ہو، اکثر جماعتوں نے سستی دکھائی اور پھر تین سال کے بعد وہی معاملہ دوبارہ اس میں پیش کر دیا کہ شوریٰ اس کے لئے لائحہ عمل تجویز کرے۔ تو یہ تو ایک قدم آگے بڑھانے اور تین قدم پیچھے چلنے والی بات ہو گی۔

پھر شوریٰ کے نمائندگان اور عہدیداران کو چاہے وہ مقامی جماعتوں کے ہوں یا مرکزی انجمنوں کے ہوں ایک بات یہ بھی یاد رکھنی چاہئے کہ جماعت کی نظر میں آپ جماعت کا ایک بہترین حصہ ہیں جن کے سپرد جماعت کی خدمت کا کام کیا گیا ہے۔ اور آپ لوگوں سے یہ امید اور توقع کی جاتی ہے کہ آپ کا معیار ہر لحاظ سے بہت اونچا ہو گا اور ہونا چاہئے۔ چاہے وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں ہو، عبادت کرنے کی طرف توجہ دینے کے بارے میں ہو، یا بندوں کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں ہو یا خلیفہ وقت سے تعلق اور اطاعت کے بارے میں ہو۔

اس لئے نمائندگان اور عہدیداران کو اس لحاظ سے بھی اپنا جائزہ لیتے رہنا چاہئے کہ وہ کس حد تک اپنی عبادتوں کے قیام کی کوشش کر رہے ہیں۔ جیسا کہ مَیں بتا آیا ہوں کہ عبادت ایک بنیادی چیز ہے جس کو نمائندگی دیتے ہوئے مدنظر رکھنا چاہئے اور ایک عام مسلمان کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ عبادت گزار ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس دین میں عبادت نہیں وہ دین ہی نہیں ہے۔ تو ایک عام احمدی کے لئے جب نمازوں کی ادائیگی فرض ہے تو عہدیدار جو ہر لحاظ سے افراد جماعت کے لئے نمونہ ہونا چاہئیں ان کے لئے تو خاص طور پر اس بات کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے کہ ان کی کوئی نماز بغیر جماعت کے نہ ہو سوائے کسی اشد مجبوری کے۔

پس ہمیشہ یاد رکھیں کہ یہ جو دو تین دن شوریٰ کے لئے آتے ہیں اور آئے ہیں، ان میں صرف یہی نہیں کہ ان دنوں میں ہی یہیں نمازیں پڑھنی ہیں اور دعاؤں کی طرف توجہ دینی ہے بلکہ ہر نمائندے کو، ہر عہدیدار کو، باقاعدہ نماز باجماعت کا عادی ہونا چاہئے۔ خود اپنے جائزے لیں، اپنا محاسبہ کریں، دین کی سربلندی کی خاطر آپ کے سپرد بعض ذمہ داریاں کی گئی ہیں۔ اگر ان میں دین کے بنیادی ستون کی طرف ہی توجہ نہیں ہے تو خدمت کیا کریں گے اور مشورے کیا دیں گے۔ جو دل عبادتوں سے خالی ہیں ان کے مشورے بھی تقویٰ کی بنیاد پر نہیں ہو سکتے۔

پھر بندوں کے حقوق ہیں۔ نمائندگان اور عہدیداران کو اپنے دلوں کو ہر قسم کی برائیوں اور رنجشوں سے پاک کرنا ہو گا، لین دین کے معاملے میں بھی ان کے ہاتھ بالکل صاف ہونے چاہئیں۔ ہمسایوں کے حقوق کے بارے میں بھی ان کے ہاتھ بالکل صاف ہونے چاہئیں۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ ہمسائے سے حسن سلوک کا خدا تعالیٰ کا حکم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس کی یہاں تک تاکید فرمائی ہے کہ صحابہ کو خیال ہوا کہ شاید یہ ہمارے ورثہ میں حصہ دار بننے والے ہیں۔ تو جب اتنی تاکید ہے ہمسائے سے حسن سلوک کی تو یہ کس طرح برداشت کیا جا سکتا ہے کہ وہ لوگ جن کے سپرد جماعتی ذمہ داریاں کی گئی ہیں وہ اپنے ہمسایوں کے لئے دکھ کا باعث ہوں اور ہمسائے ان کی وجہ سے تکلیف میں مبتلا ہوں۔

یاد رکھیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمسائے کی تعریف یہ کی ہے کہ تمہارے دینی بھائی بھی تمہارے ہمسائے ہیں۔ یعنی ہر احمدی ہمسایہ ہے۔ عہدیداروں کو یاد رکھنا چاہئے کہ ہر احمدی ان کا ہمسایہ ہے اور اگر کسی احمدی کو آپ کی وجہ سے کوئی تکلیف یا دکھ پہنچتا ہے تو یہ انتہائی تکلیف دہ بات ہے۔ ایک عام احمدی جب دوسرے احمدی کے لئے تکلیف کا باعث بنتا ہے تو گو یہ بھی بڑی تکلیف والی بات ہے لیکن وہ معاملہ ان دو اشخاص کے درمیان رہتا ہے لیکن جب ایک ذمہ دار جماعت کی خدمت کرنے والے سے کسی کو دکھ پہنچتا ہے یا تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ایک عام احمدی کو بعض اوقات دین سے دور لے جانے والی بھی بن جاتی ہے وہ اس کی ٹھوکر کا باعث بن رہا ہوتا ہے۔ اسی طرح اور بھی بہت سارے بنیادی اخلاق ہیں جو جماعتی خدمتگاروں کے لئے چاہے وہ نمائندگانِ شوریٰ ہوں یا عہدیدار ہوں یا واقفینِ زندگی ہوں، سب کو ان کے اعلیٰ نمونے دکھانے کی طرف توجہ ہونی چاہئے۔

بعض باتیں چونکہ نمائندگان شوریٰ کے علاوہ بھی خدمتگاروں کے لئے ضروری تھیں اس لئے مَیں نے سب کو توجہ دلائی ہے کیونکہ یہ عہدیداروں کے اچھے نمونے ہیں جن کو دیکھ کر پھر جماعت میں بھی اچھے نمونے قائم ہوں گے۔

پھر ایک اور بات جس کی طرف نمائندگانِ شوریٰ اور دوسرے کارکنان کو توجہ دلانی چاہتا ہوں، وہ خلیفۂ وقت کی اطاعت ہے۔ جیسا کہ مَیں پہلے بھی بتا آیا ہوں کہ شوریٰ کے فیصلوں پر عملدرآمد کروانا نمائندگانِ شوریٰ اور عہدیداران کا کام ہے۔ اور کیونکہ یہ فیصلے خلیفۂ وقت سے منظور شدہ ہوتے ہیں اس لئے اگر ان پر عملدرآمد کروانے کی طرف پوری توجہ نہیں دی جا رہی تو غیر محسوس طریقے پر خلیفہ وقت کے فیصلوں کو تخفیف کی نظر سے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اطاعت کے دائرے کے اندر نہیں رہ رہے ہوتے جبکہ جن کے سپرد ذمہ داریاں کی گئی ہیں ان کو تو اطاعت کے اعلیٰ نمونے دکھانے چاہئیں جو کہ دوسروں کے لئے باعث تقلید ہوں، نمونہ ہوں۔ پس یہ جو خدمت کے موقعے ملے ہیں ان کو صرف عزت اور خوشی کا مقام نہ سمجھیں کہ یہ بڑی خوشی کی بات ہے اور بڑی عزت کی بات ہے ہمیں خدمت کا موقع مل گیا۔ اس کے ساتھ جب تقویٰ کے اعلیٰ معیار قائم ہوں گے تب یہ عزت اور خوشی کی بات ہو گی اور تب یہ عزت اور خوشی کے مقام بنیں گے۔

ایک بات مَیں پہلے بھی کئی دفعہ کہہ چکا ہوں، شوریٰ کے ممبران کے لئے دوبارہ یاددہانی کروا رہا ہوں کہ شوریٰ کی بحث کے دوران جب اپنی رائے دینا چاہتے ہیں تو رائے دینے سے پہلے اس تجویز کے سارے اچھے اور برے پہلوؤں کو دیکھتے ہوئے اپنی رائے دیں نہ کہ کسی دوسرے رائے دینے والے کے فقرہ کو اٹھا کر جوش میں آ جائیں۔ سمجھ بوجھ رکھنے والی شرط بھی اسی لئے رکھی گئی ہے کہ ہوش و حواس میں رہتے ہوئے رائے دیں۔ اور دوسری بات یہ کہ اظہار رائے کے وقت کسی کے جوشِ خطابت سے متاثر ہو کر اس طرف نہ جھک جائیں۔ یا اپنی کسی پسندیدہ شخصیت کی رائے سن کر اس پر صاد نہ کر دیں، اس کی بات نہ مان لیں۔ بلکہ رائے کو پرکھیں اور اگر معمولی اختلاف ہو تو بلاوجہ کج بحثی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن اگر واضح فرق ہو، آپ کے پاس زیادہ مضبوط دلیلیں ہوں یا دوسرے کی دلیل زیادہ اچھی ہو تو ضروری نہیں وہاں کسی رائے دینے والے سے تعلق کا اظہار کیا جائے۔

بہرحال آخر میں پھر یہی کہتا ہوں کہ جب شوریٰ میں بحثوں کے بعد آپ ایک رائے قائم کر لیتے ہیں اور اس پر خلیفہ وقت کا فیصلہ لے لیتے ہیں چاہے وہ آپ لوگوں کی رائے مان لینے کی صورت میں ہو یا کسی تبدیلی کے ساتھ فیصلہ کرنے کی صورت میں۔ جب یہ جماعتوں کو عملدرآمد کے لئے بھجوا دیا جاتا ہے تو امانت کا حق اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ خلیفہ وقت کا دست و بازو بن کر اس پر عملدرآمد میں جت جائیں، نہ سستیاں دکھائیں اور نہ توجیہیں نکالنے کی کوشش کریں۔ اگر اس طرح کریں گے تو پھر آپ کے فیصلوں میں کبھی برکت نہیں پڑے گی۔ اور عہدیداران کی دوسری باتیں بھی بے برکت ہو جائیں گی۔

پھر مَیں کہتا ہوں کہ اپنی ذمہ داریوں کے احساس کو اجاگر کریں، اس کو سمجھیں اور خدا سے مدد مانگتے ہوئے شوریٰ کے دنوں میں اپنے اجلاس کے اوقات میں بھی اور فارغ اوقات میں بھی دعاؤں میں گزاریں۔ اور جب اپنی جماعت میں جائیں تو وہاں بھی آپ میں اس تبدیلی کا اثر مستقل نظر آتا ہو۔ یاد رکھیں کہ ہوشیاری، چالاکی یا علم سے نہ احمدیت کا غلبہ ہونا ہے، نہ کوئی انقلاب آنا ہے۔ اگر دنیا میں کوئی تبدیلی پیدا ہونی ہے تو وہ دعاؤں سے اور تقویٰ پر قدم مارتے ہوئے ہونی ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹنے والی ہو گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ﴾ (الأنفال: 30) ﴿وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ﴾ (الحدید: 29) یعنی اے ایمان والو! اگر تم متقی ہونے پر ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کے لئے اتقاء کی صفت میں قیام اور استحکام اختیار کرو تو خدا تعالیٰ تم میں اور غیر میں فرق رکھ دے گا۔ اور فرق یہ ہے کہ تم کو ایک نور دیا جائے گا جس نور کے ساتھ تم اپنی راہوں پر چلو گے یعنی وہ نور تمہارے تمام افعال اور اقوال اور قویٰ اور حواس میں آ جائے گا۔ تمہاری عقل میں بھی نور ہو گا، تمہاری ایک اٹکل کی بات میں بھی نور ہو گا اور تمہاری آنکھوں میں بھی نور ہو گا تمہارے کانوں اور تمہاری زبانوں اور تمہارے بیانوں اور تمہاری ہر ایک حرکت و سکون میں نور ہو گا اور جن راہوں میں تم چلو گے وہ راہ نورانی ہو جائیں گی"۔

پس یہ معیار ہیں جن پر تقویٰ کے ساتھ چلنے کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں خوشخبری دی ہے۔ جیسا کہ آپؑ نے فرمایا تقویٰ پر چلنے سے ہی سب کچھ ملے گا۔ اور اگر نمائندگانِ شوریٰ اور تمام عہدیداران اور تمام خدمت گزار یہ حالت اپنے اندر پیدا کر لیں تو جماعت کے تقویٰ کے معیار بھی خود بخود بڑھنے شروع ہو جائیں گے انشاء اللہ۔ اور پھر ہر فیصلہ جو کیا جائے گا اور ہر فیصلہ جس کی طرف احبابِ جماعت کو توجہ دلائی جائے گی، اس پر عملدرآمد بھی ہو گا اور اس میں برکت بھی پڑے گی۔ اور یہ شکوے بھی انشاء اللہ ختم ہو جائیں گے کہ اتنی کوششوں کے باوجود بھی ہمارے پروگراموں کے نتائج سامنے نہیں آئے۔

اللہ سب کو تقویٰ کی راہوں پر چلاتے ہوئے اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور تمام وہ لوگ جن کو کسی بھی رنگ میں جماعت کی خدمت کا موقع مل رہا ہے خلیفہ وقت کے دست راست بن کر رہیں۔

بقیہ:حاصل مطالعہ از صفحہ نمبر16

نظامِ خلافت کے جھنڈے تلے جمع ہوجائیں۔ چنانچہ لکھا:
''یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک ہم خود اپنی حالت درست نہ کریں گے۔ ہمارے موجودہ انتشار اور بے نظمی کا لازمی نتیجہ ہے کہ ہنگامی طور پر تو ممکن ہے کہ ہماری کوئی خواہش پوری ہوجائے لیکن یہ ناممکن ہے کہ مستقل طور پر اس کا اثر باقی رہے۔ اگر مسلمانانِ ہند نظامِ خلافت کو مضبوط اور منظّم کرلیں تو آج یہ سارا رونا بآسانی دور ہوسکتا تھا۔ بغیر اس قسم کے مکمل نظام کے جس کی پشت پر نہ صرف مسلمانان ہند کی بلکہ تمام عالم اسلامی کی قوت ہو اور جو مقابلے کی قوت رکھتا ہو اسلام اور داعیٔ اسلام پر حملوں اور مسلمانوں کی ایذا رسانیوں کا سلسلہ کیونکر بند ہوسکتا ہے۔ ہمیں ان تمام توہین آمیز کارٹونوں، مضامین اور کتابوں کی اشاعت سے سبق لینا چاہئے اور اپنے نظام کی طرف متوجہ ہونا چاہئے کیونکہ یہی ایک عملی اور مستحکم صورت ہے ورنہ عارضی طور پر تو بہت کچھ کہا جاچکا ہے''۔

(اردو اداریہ کا ارتقاء صفحہ 159-160 از راحت سہیل۔ ناشر سنگ میل پبلیکیشنز۔چوک اردو بازار لاہور۔ اشاعت 1987)

❁❁❁❁❁

مودودیت کا نظریۂ خلافت

''جماعت اسلامی'' کے رہنما سید اسعد گیلانی کے قلم سے:

''جماعت اسلامی عوامی نظریہ خلافت پیش کرتی ہے۔ اس کی رائے یہ ہے کہ انسان زمین پر خدا کا خلیفہ ہے اور اسے اس حیثیت میں زمین پر زندگی بسر کرنی چاہئے۔ بالغ رائے دہی کا عمل درحقیقت ہر فرد کا حق خلافت ہے جو وہ اپنے نمائندے میں تفویض کرتا ہے۔ اسی طرح کسی علاقے کا نمائندہ اس علاقے کے باشندگان کا تفویض کردہ حق خلافت ہی بطور حق رائے دہی استعمال کرتا ہے۔ اس کو جماعت اسلامی نظریہ خلافت کہتی ہے''۔(''جماعت اسلامی'' صفحہ 390۔ناشر فیروز سنز لاہور۔ اشاعت 1992ء)

یہ اسی سبائی اور خارجی نظریہ کا منطقی نتیجہ ہے کہ مودودی نے اپنی کتاب ''خلافت وملوکیت'' میں حضرت امیر المومنین سیدنا عثمان، خلیفہ ثالث کی اس کامیاب پالیسی کو جس پر خلیفہ راشد، خداتعالیٰ کی رہنمائی اور اپنی خداداد فراست و بصیرت کے ساتھ عمل پیرا ہے کمال بے حجابی اور بے باکی سے قبائلی عصبیت کا فتنہ قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پالیسی کا یہ پہلو بلاشبہ غلط تھا اور غلط کام بہرحال غلط ہے خواہ وہ کسی نے کیا ہو۔ اس کو خواہ مخواہ کی سخن سازیوں سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرنا نہ عقل وانصاف ہے اور نہ دین ہی کا مطالبہ ہے کہ کسی صحابی کی غلطی کو غلطی نہ مانا جائے''

(''خلافت وملوکیت''۔ صفحہ 116۔ ناشر ادارہ ترجمان القرآن لاہور۔اشاعت جولائی 2002ء)

بغض وعناد سے سلگتی ہوئی اس آتشیں عبارت سے تو یہ گمان ہوتا ہے کہ اگر صاحب تحریر، دامادِ رسول سیدنا حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں ہوتے اور مدینہ منورہ میں کوئی پریس بھی موجود ہوتا تو وہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ خلافت راشدہ کے خلاف نہ صرف بغاوت کرتے بلکہ ''قادیانی مسئلہ'' کے طرح ''عثمانی مسئلہ'' کے نام سے ضرور کوئی کتاب بھی شائع فرماتے ؎

ہجوم حشر نہ اڑ جائے اک دھاکہ سے
عدم یہاں کسی قاتل کو ہمکنار نہ کر

❁❁❁❁❁❁

جماعتہائے احمدیہ یوگنڈا (مشرقی افریقہ) میں

40 مقامات پر تربیتی کلاسز کا انعقاد

2000 سے زائد افراد کا استفادہ

(رپورٹ: داؤد احمد بھٹی ۔مبلغ سلسلہ یوگنڈا)

یوگنڈا میں چونکہ دسمبر اور جنوری میں سکولوں کی تعطیلات ہوتی ہیں۔ ان تعطیلات میں دینی لحاظ سے بھرپور استفادہ کا پروگرام بنایا گیا اور ہر زونل ہیڈکوارٹر، سرکٹ ہیڈکوارٹر اور اس کے علاوہ سیٹا تربیت سنٹر میں ایک مرکزی تربیتی کلاس منعقد کی جائے۔ سیٹا وہ جگہ ہے جہاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے یوگنڈا کے دورہ کے دوران نیشنل تربیت سنٹر برائے نومبائعین بنانے کا ارشاد فرمایا تھا۔ حسب پروگرام چالیس مقامات پر ان کلاسز کا انعقاد ہوا۔ جن میں احباب اور بچوں نے بھرپور استفادہ کیا۔

کمپالا زون میں ایک احمدی دوست مکرم حمیس صاحب نے کافی عرصہ سے تربیتی کلاس شروع کررکھی ہے جو ان تعطیلات میں بھی جاری رہی۔ اس میں 70 بچے شامل ہوئے جن میں 65 غیر از جماعت تھے۔ حمیس صاحب نے ان بچوں کے والدین کو بڑی محنت اور کوشش سے راضی کیا۔ شروع میں صرف پانچ بچے آئے پھر ان کو دیکھ کر دوسروں نے بھی اپنے بچوں کو بھجوانا شروع کردیا۔ مکرم امیر صاحب نے دو دفعہ اس کلاس کا دورہ کیا اور حوصلہ افزائی کے طور پر انعامات بھی تقسیم کئے۔ نیز قاعدہ یسرنا القرآن مہیا کئے گئے۔ اس کلاس کا اس علاقے میں بہت اچھا اثر قائم ہو رہا ہے۔

سیٹا سنٹر میں جو کلاس منعقد ہوئی اس میں تمام زونز سے دو ہزار سے زائد طلباء شامل ہوئے اور بھرپور استفادہ کیا۔ اکثر طلباء نے اپنے کرایہ اور کھانے کا خود انتظام کیا۔ علاوہ ازیں ان کلاسز میں بعض غیر از جماعت احباب نے بھی شرکت کی۔ ان میں سے 12 احباب کو اللہ کے فضل سے قبول احمدیت کی سعادت نصیب ہوئی۔ دس عیسائی طلباء نے بھی کچھ عرصہ قبل احمدیت قبول کی۔ اب وہ نومبائعین کے طور پر اس کلاس میں شامل ہوئے۔

تقسیم انعامات میں بچوں کے والدین کو بھی مدعو کیا گیا۔ والدین نے جماعت کی اس کاوش پر خوشی کا اظہار کیا۔ آخر پر مکرم امیر صاحب نے اپنے خطاب میں قرآن کریم سیکھنے اور سکھانے کی ضرورت واہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے اشاعت قرآن کے سلسلہ میں جماعتی خدمات کا تذکرہ کیا اور بتایا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کا ایک اہم اور بنیادی مقصد ترویج قرآن اور قرآنی تعلیمات پر عمل کروانا ہے۔

قارئین کرام سے درخواست دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کلاسز کے ثمرات کو بڑھاتا چلا جائے۔ آمین

❁❁❁❁❁

تعارف کتاب

Buddah & Christ
Nativity Stories & Indian traditions
Written by :
Zacharias P. Thundy (Ph.D.)
Published by :
E.J.Brill, Leiden, The Nietherlands (Holland)/ NewYork/ Koeln. Germany. (in 1993)
ISBN: 0169- 8834
ISBN: 90 04 09741 4

انگریزی کتاب کے اہم ابواب کا اُردو خُلاصہ
(مرسلہ: مظفر محمود احمد شاہد۔ جرمنی)

کتاب کے Ph.D مصنف صاحب ویسے تو عیسائیت کا روایتی عقیدہ یعنی حضرت عیسیٰؑ کی صلیبی موت پر عقیدہ رکھنے اور نجات کے قائل ہیں لیکن اِس عقیدہ کے ساتھ وہ بائبل کو ایک مذہبی کتاب ہونے کے ساتھ ساتھ لٹریچر کی ایک کتاب بھی مانتے ہیں اور اِس لٹریچر کی کتاب میں پُرانے مذاہب یعنی ہندو مذہب اور بُدھ مذہب کی مذہبی روایات کی نقل کو بھی تسلیم کرتے ہیں اور بائبل کی تاریخ کو عام پادری صاحبان کی بیان کردہ تاریخ سے مختلف کرکے مانتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں کہ بائبل خُدا کا کلام ہے جو موجودہ شکل میں سن 68 عیسوی سے لے کر تیسری صدی عیسوی کے دوران جمع کی گئی۔

کتاب کے صفحات 56 تا 58 میں ارضِ فلسطین کی تاریخ جہاں حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے۔ وہ کہتے ہیں کہ پہلی صدی عیسوی میں حضرت عیسیٰؑ کی تاریخ کے متعلق تو بہت کم ذِکر مِلتا ہے۔ لیکن موجودہ بائبل اور Apocrypha (یعنی بائبل کی خفیہ کتب یا گُم شُدہ بائبل کی کتابوں) کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ سن چار قبل مسیح میں Judea شہر میں پیدا ہوئے اور بعد میں یہ شہر بائبل میں ناصرہ Nazareth کہلایا جو گلیل شہر کی نچلی طرف تھا۔ Judea شہر کو ناصرہ شہر کا نام حضرت عیسیٰؑ کی وجہ سے دیا گیا کیونکہ عبرانی زبان میں اُستاد کو "Nazorean" کہتے ہیں اور ناصرہ کا مطلب ہوا اُستاد کا شہر۔

صفحات 65 تا 74 میں بائیبل کے لکھے جانے اور جمع کئے جانے کی تاریخ کا ذِکر ہے کہ بائیبل سن 68 عیسوی سے لے کر تیسری صدی عیسوی کے دوران موجودہ شکل میں جمع کی گئی اور Apocrypha (یعنی بائیبل کی خُفیہ کُتب) کا بھی ذِکر ہے۔

صفحات 81 تا 83 میں حضرت عیسیٰؑ کے نَسب نامہ کا ذِکر ہے کہ وہ ابنِ داود تھے یا بعض کے نزدیک ابنُ اللہ تھے۔

صفحہ 86 میں یہ ذکر ہے کہ حضرت گوتم بُدھ کی والدہ ملکہ Maya تھیں اور حضرت گوتم بُدھ کی پیدائش بغیر باپ کے مایا کنواری سے ہوئی۔

صفحات 253 تا 257 میں حضرت عیسیٰؑ کے حواری توما کا فلسطین سے ہندوستان کے علاقہ مالابار میں جاکر عیسائیت کی تبلیغ کرنے اور مَدراس کے قریب مَیلا پور میں دفن ہونے کا ذِکر مِلتا ہے۔

صفحات 258 تا 263 میں حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے قبل ہندوستان اور مِصر کی پُرانی مذہبی اور ثقافتی مضبوط تہذیب کا اثر ایران کے راستے فلسطین یونان اور یورپ کے مُلکوں تک پہنچ چُکا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہندو مذہب اور بُدھ مذہب کا مذہبی اور ثقافتی اثر بائبل کی تحریرات میں نمایاں نظر آتا ہے اور یورپ کی 20 یونانی Fable (جانوروں کی نصیحت آموز کہانیاں) ہندو مذہب اور ہندوستان سے لی گئی ہیں مثلاً گدھا شیر کی کھال میں، کوّا اور لُومڑی، بھیڑیا اور بھیڑ کا بچہ، مُرغی اور سونے کا انڈا، وغیرہ

صفحات 264 تا 267 میں ذکر ہے کہ چوتھی صدی قبل مسیح سے بھی پہلے ہندوستان اور فلسطین اور یوروپ کے لوگوں کا آپس میں گہرا رابطہ تھا اور آنا جانا تھا۔

صفحات 269 تا 271 میں بائبل میں ہندو مذہب اور بُدھ مذہب کی مذہبی عبارتیں نقل کی گئی ہیں۔ یہ دراصل "تاریخی اور اخلاقی حقائق کی دُہرائی ہے" اِلٰہی کتابوں میں سچّی باتوں کو دُہرانے کے لئے ایسی نقل ہوا کرتی ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁

الفضل انٹرنیشنل میں
اشتہار دے کر
اپنی تجارت کو فروغ دیں۔
(مینیجر)

watch MTA live
audio and video broadcast
❁❁❁
Weekly sermons in Urdu / English
❁❁❁
Questions & Answers and much much more
❁❁❁
Now you can buy Ahmadiyya Islamic Books, Audio / Video on line using Master Card or Visa
❁❁❁
Visit our official website
www.alislam.org

بقیہ: سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی عظیم الشان دینی خدمات

از صفحہ نمبر4

لے کر عرب کے ابدال تک، امریکہ کے سفید فاموں سے لے کر آسٹریلیا کے aboriginies تک، آرام کر رہے ہیں۔ تم گواہ رہنا کہ مسیح پاک کی جماعت وہ جماعت ہے جس کے ذریعے اسلام پھر زندہ ہو رہا ہے۔ آج افریقہ کے براعظم سے صحرائے اللہ اکبر دینے والے تم ہاں تم ہو۔

ابھی جماعت احمدیہ اپنے گہوارے میں ہی تھی کہ ایک دیکھنے والی آنکھ نے دیکھا کہ یہی وہ جماعت ہے جو اسلام کے صحیح اصولوں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پر قائم ہے۔ چنانچہ علاّمہ سر محمد اقبال نے اپنے معروف لیکچر ”ملت بیضاء پر عمرانی نظر“ (جو انہوں نے اسٹریچی ہال ایم اے او کالج علی گڑھ میں 1910ء میں دیا) میں اسلامی ارتقاء کے تین اسالیب (اول جہد للبقاء کی جدوجہد اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی شجاعت کا اسلوب، دوئم دور مروت جس میں جرأت بہادری اور دلاوری مستحسن تو تھی لیکن انسانی سیرت کا ہر دلعزیز اور عام پسند نمونہ وہ شخص سمجھا جاتا تھا جو نشاطِ عمر کی ہر صنف کا رسیا ہو اور فیاضی وایثار اور ہمنوالگی اور ہم پیالگی کے گوناگوں اوصاف سے متصف ہو اور تیسرا اسلوب ان دونوں اسلوبوں کے میلان غلو وافراط کی جانب ہونے کی وجہ سے اس کے ردعمل میں ظہور میں آیا جس کی غائت الغایت ضبط نفس اور زندگی پر زیادہ متانت اور تقشّف سے نظر رکھتا ہے) کا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں:

”ہندوستان میں جب ہم اسلامی جماعت کے ارتقاء کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں تیمور اسلوبِ اوّل کا مظہر نظر آتا ہے۔ بابر اسالیبِ اول و دوم کے امتزاج کو ظاہر کرتا ہے۔ جہانگیر اسلوبِ ثانی کے سانچے میں خصوصیت کے ساتھ ڈھلا ہوا ہے اور عالمگیر جس کی زندگی اور کارنامے میری دانست میں ہندوستان کی اسلامی قومیت نشو ونما کا نقطۂ آغاز ہے اسلوبِ ثالث کا چہرہ کشا ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک جنہوں نے عالمگیر کے حالات تاریخ ہند کے مغربی شارحین کی زبانی سنے ہیں عالمگیر کا نام سفاکی اور قساوت، جبر و استبداد، مکاری اور غداری اور پولیٹیکل سازشوں اور منصوبوں کے ساتھ وابستہ ہے۔ خلط مبحث کا خوف مانع ہے ورنہ میں متعاصرانہ تاریخ کے واقعات کی صحیح تعبیر وتفسیر سے ثابت کرتا کہ عالمگیر کی پولیٹیکل زندگی کی وجوہ تحریک سراسر جائز وحق بجانب تھیں۔ اس کے حالات زندگی اور اس کے عہد کے واقعات کا بنظر انتقاد مطالعہ کرنے کے بعد مجھے یقین واثق ہو گیا ہے کہ جو الزامات اس پر لگائے جاتے ہیں وہ واقعات متعاصرہ کی غلط تعبیر اوران تمدنی وسیاسی قوتوں کی غلط فہمی پر مبنی ہیں جو ان دنوں سلطنت اسلام کے طول وعرض میں عمل کر رہی تھیں۔ میری رائے میں قومی سیرت کا وہ اسلوب جس کا سایہ عالمگیر کی ذات نے ڈالا ہے ٹھیٹھ اسلامی سیرت کا نمونہ ہے۔ ہماری تعلیم کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ اس نمونہ کو ترقی دی جائے اور مسلمان ہر وقت اسے پیش نظر رکھیں۔

اگرچہ ہمارا مقصد یہ ہو کہ ہماری قومی ہستی کا سلسلہ ٹوٹنے میں نہ آئے۔ تو ہمیں ایک ایسا اسلوبِ سیرت تیار کرنا چاہئے جو اپنی خصوصیتِ مختصہ سے کسی صورت میں بھی علیحدگی نہ اختیار کرے۔ اور خُذْ مَا صَفَا اور دَعْ مَا کَدَرْ کے زرّیں اصول کو پیش نظر رکھ کر دوسرے اسالیب کی خوبیوں کو اخذ کرتے ہوئے ان تمام عناصر کی آمیزش سے اپنے وجود کو کمال احتیاط کے ساتھ پاک کر دے جو اس کی روایاتِ مسلّمہ وقوانینِ منضبطہ کے منافی ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی عمرانی رفتار کو بہ نگاہ غور دیکھنے سے اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے۔ جو قوم کے اخلاقی تجربہ کے مختلف خطوط کا نقطۂ اتصال ہے۔ پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقۂ قادیانی کہتے ہیں۔“

(”قومی زندگی“ اور ”ملت بیضاء پر ایک عمرانی نظر“ لیکچر علامہ سر محمد اقبال بزبان انگریزی مترجم مولانا ظفر علی خان شائع کردہ آئینہ ادب انارکلی لاہور 1970ء بار اول باہتمام م ع سلام، آئینہ ادب چوک مینار انارکلی لاہور پرنٹر اشرف پریس لاہور)

یہ ایک زبردست اعتراف ہے اس عظیم الشان خدمت اسلام کا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کی۔ کیا خوب کہا ہے مسیح ناصری نے: ”ہر درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے“۔

کسی غیر مسلم، کافر اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم نہ چلنے والے شخص کی جماعت اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ بن ہی نہیں سکتی۔

❁...... مولانا ابوالکلام آزاد نے آپ کی وفات پر جو شذرہ لکھا جو اخبار وکیل امرتسر میں شائع ہوا وہ آپ کی اسلامی خدمات کو شاندار خراج تحسین ہے۔ انہوں نے لکھا کہ:

”وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو، وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا، جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی۔ جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان بنا رہا جو شورِ قیامت ہو کر خفتگانِ خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا۔ خالی ہاتھ دنیا سے اٹھ گیا ...... مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جاوے اور مٹانے کے لئے اسے امتداد زمانہ کے حوالے کر کے صبر کر لیا جائے۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازشِ فرزندان تاریخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں، دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں“۔

”ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جاوے تا کہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پائمال بنائے رکھا آئندہ بھی جاری رہے۔“

❁...... ”صادق الاخبار“ ریواڑی نے لکھا کہ:

”مرزا صاحب نے اپنی پرزور تقریروں اور شاندار تصانیف سے مخالفین اسلام کو ان کے لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کے لئے ساکت کر دیا، اور ثابت کر دکھایا ہے کہ حق حق ہے اور واقعی مرزا صاحب نے حق حمایتِ اسلام کا کماحقہٗ ادا کر کے خدمتِ دین اسلام میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ انصاف متقاضی ہے کہ ایسے اولوالعزم حامیٔ اسلام اور معین المسلمین فاضلِ اجل، عالمِ بے بدل کی ناگہانی اور بے وقت موت پر افسوس کیا جائے۔“

❁...... ہندو اخبار اندر لاہور نے لکھا:

”اگر ہم غلطی نہیں کرتے تو مرزا غلام احمد قادیانی ایک صفت میں حضرت محمد صاحب سے بہت مشابہت رکھتے تھے اور وہ صفت ان کا استقلال تھا خواہ وہ کسی مقصود کو لے کر تھا۔ اور ہم خوش ہیں کہ وہ آخری دم تک اس پر ڈٹے رہے۔ اور ہزاروں مخالفتوں کے باوجود ذرا بھی لغزش نہیں دکھائی۔“ (تمام حوالے بحوالہ تاریخ احمدیت جلد دوئم جدید سے ہیں)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام خدمت اسلام کے جس مشن پر کھڑے تھے آپ کو اپنے مشن کی صداقت پر پورا بھروسہ تھا، اپنے رب کی تائید پر آپ کو کامل یقین تھا۔ آپ معرفت کے اس مقام پر فائز تھے جہاں موت بھی زندگی بن جاتی ہے اور یہی کامل معرفت اور یقین آپ اپنے متبعین میں دیکھنا چاہتے تھے۔ ابتلاؤں کے میدان اور دکھوں کے جنگل آپ کے لئے مہمیز کا کام کرتے، آپ صادق تھے اور صدق پر قائم تھے اور اس یقین پر کہ صادق کو خدا ضائع نہیں کرتا۔ چنانچہ آپ نے لکھا اور کس شان سے لکھا:

”صادق تو ابتلاؤں کے وقت بھی ثابت قدم رہتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ آخر خدا ہمارا ہی حامی ہوگا۔ اور یہ عاجز اگرچہ ایسے کامل دوستوں کے وجود سے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے لیکن باوجود اس کے یہ بھی ایمان ہے کہ اگرچہ ایک فرد بھی ساتھ نہ رہے اور سب چھوڑ چھاڑ کر اپنا اپنا راہ لیں تب بھی مجھے کچھ خوف نہیں۔ مَیں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے۔ اگر مَیں پیسا جاؤں اور کچلا جاؤں اور ایک ذرّے سے بھی حقیر تر ہو جاؤں اور ہر ایک طرف سے ایذاء اور گالی اور لعنت دیکھوں تب بھی مَیں آخر فتحیاب ہوں گا۔ مجھے کوئی نہیں جانتا مگر وہ جو میرے ساتھ ہے۔ مَیں ہرگز ضائع نہیں ہو سکتا۔ دشمنوں کی کوششیں عبث ہیں اور حاسدوں کے منصوبے لاحاصل ہیں۔

اے نادانو اور اندھو! مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا جو میں ضائع ہو جاؤں گا۔ کس سچے وفادار کو خدا نے ذلت کے ساتھ ہلاک کر دیا جو مجھے ہلاک کرے گا۔ یقیناً یاد رکھو اور کان کھول کر سنو کہ میری روح ہلاک ہونے والی روح نہیں اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں۔ مجھے وہ ہمت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں۔ مَیں کسی کی پرواہ نہیں رکھتا۔ مَیں اکیلا تھا اور اکیلا رہنے پر ناراض نہیں۔ کیا خدا مجھے چھوڑ دے گا؟ کبھی نہیں چھوڑے گا۔ کیا وہ مجھے ضائع کر دے گا؟ کبھی نہیں ضائع کرے گا۔ دشمن ذلیل ہوں گے اور حاسد شرمندہ اور خدا اپنے بندہ کو ہر میدان میں فتح دے گا۔ مَیں اس کے ساتھ وہ میرے ساتھ ہے۔ کوئی چیز ہمارا پیوند توڑ نہیں سکتی۔ اور مجھے اس کی عزت وجلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو، اس کا جلال چمکے اور اس کا بول بالا ہو۔ کسی ابتلا سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں اگرچہ ایک ابتلا نہیں کروڑ ابتلا ہو۔ ابتلاؤں کے میدان میں اور دکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے۔

من نہ آنستم کہ روز جنگ بینی پُشت من
آں منم کاندر میانِ خاک وخوں بینی سرے

پس اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا تو مجھ سے الگ ہو جائے۔ مجھے کیا معلوم ہے کہ ابھی کون کون سے ہولناک جنگل اور پرخار بادیہ درپیش ہیں جن کو میں نے طے کرنا ہے۔ پس جن لوگوں کے نازک پیر ہیں وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اٹھاتے ہیں۔ جو میرے ہیں وہ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے۔ نہ مصیبت سے نہ لوگوں کے سب و شتم سے۔ نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے۔ اور جو میرے نہیں وہ عبث دوستی کا دم مارتے ہیں کیونکہ وہ عنقریب الگ کئے جائیں گے۔...... کیا ہم زلزلوں سے ڈر سکتے ہیں؟ کیا ہم خدا تعالیٰ کی راہ میں ابتلاؤں سے خوفناک (بمعنی خوفزدہ استعمال کیا ہے۔ ناقل) ہو جائیں گے؟ کیا ہم اپنے پیارے خدا کی کسی آزمائش سے جدا ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں ہو سکتے مگر محض اس کے فضل اور رحمت سے۔ پس جو جدا ہونے والے ہیں جدا ہو جائیں۔ ان کو وداع کا سلام“۔

(انوار الأسلام۔ روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 23-24)

آیئے ہم مل کر عہد کریں کہ لبیک یا مسیح الخلق! لبیک یا مسیح الزمان لبیک! ہم حاضر ہیں۔ آج تیرے نام پر بیعت لینے والے تیرے خلیفہ خامس کے ساتھ ساتھ چلیں گے۔ ہم کامل وفا کے ساتھ اس عہد کو نبھائیں گے جو تو نے اپنے خدا سے کیا اور اس کو نبھایا۔ خدا کرے کے ایسا ہی ہو (آمین)

The Truth about the Alleged Punishment for Apostasy in Islam

افغانستان میں ایک شخص کے اسلام سے ارتداد کے حوالہ سے آج کل عالمی اخبارات اور الیکٹرانک میڈیا میں اسلام کے خلاف پھر یہ پراپیگنڈہ بڑے شدومد سے کیا جا رہا ہے کہ اسلام میں مذہبی آزادی کا فقدان ہے اور مرتد کی سزا اسلام میں قتل ہے۔ بدقسمتی سے بہت سے مسلمان علماء بھی اس بات کے قائل ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اسلام میں مکمل مذہبی آزادی ہے اور ارتداد کی سزا قتل ہرگز نہیں ہے۔

اس موضوع پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ایک نہایت ٹھوس اور مدلل خطاب کا انگریزی ترجمہ

The Truth about the Alleged Punishment for Apostasy in Islam

کے عنوان سے طبع شدہ موجود ہے اور جماعت کے بکسٹالز سے دستیاب ہے۔

احباب جماعت کو چاہئے کہ وہ اس کتاب کا خود بھی مطالعہ کریں اور غیر مسلم زیر تبلیغ افراد اور میڈیا کے افراد اور صحافیوں اور دیگر دلچسپی رکھنے والوں کو بھی یہ کتاب دیں۔ حضور انور رحمہ اللہ نے قرآن مجید اور احادیث نبویہ کی روشنی میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ اور ارتداد کی سزا قتل قرار دینے والوں کے خیالات کا نہایت ٹھوس اور مدلّل رد فرمایا ہے۔

امراء کرام اس کتاب کے حصول کے لئے اپنے آرڈرز وکالت اشاعت لندن کو بھجوائیں۔

(ایڈیشنل وکیل الاشاعت۔ لندن)

ڈنمارک میں
اسلام احمدیت کے پیغام کی وسیع پیمانہ پر تشہیر

(نعمت الله بشارت۔ مبلغ سلسله ڈنمارک)

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے دورۂ ڈنمارک کے دوران محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ڈینش میڈیا میں اسلام سے متعلق ایک بیداری کی لہر پیدا ہوئی اور حضور انور کے دورہ کے دوران جس کثرت کے ساتھ ٹی وی اور اخبارات نے حضور انور کا پیغام پورے ملک میں پہنچانے میں فراخدلی کا ثبوت دیا اس کے بابرکت اثرات اللہ تعالیٰ کے فضل سے جاری وساری ہیں۔

محترم امیر صاحب کی اجازت اور مشورہ سے کرسمس 2005ء سے ایک روز قبل مسجد نصرت جہاں میں ایک خصوصی دعوت کا اہتمام کیا گیا جس میں ڈینش احباب کو مدعو کیا گیا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مورخہ 18 /دسمبر کو ایک پریس ریلیز بھجوائی گئی جس میں یہ بتایا گیا کہ اگرچہ ہم مسلمان کرسمس نہیں مناتے تاہم باہمی مذہبی رواداری پیدا کرنے کیلئے اور یہ بتانے کیلئے کہ اسلام ایک معاشرہ میں اختلافِ مذہب کے باوجود کس طرح امن ومحبت سے رہنے کی تعلیم دیتا ہے مسجد نصرت جہاں میں مورخہ 23 /دسمبر کو 6:30 بجے ایک دعوت کا اہتمام کیا جارہا ہے جس میں ہر ایک کو شامل ہونے کی دعوت ہے۔

مورخہ 19 /دسمبر کی صبح 6:30 بجے نیشنل ریڈیو نے خاکسار سے رابطہ کیا اور 23 تاریخ کو منعقد ہونے والے پروگرام کے بارے میں خاکسار کا انٹرویو لیا جو 7:30 بجے خبروں میں نشر کیا گیا اور پھر یہ خبر دو تین بار ریڈیو سے نشر ہوتی رہی۔ یہ ریڈیو چینل P-4 کہلاتا ہے اور اس چینل پر یہ خبریں اس وقت آتی ہیں جب کہ لوگ کام پر جارہے ہوتے ہیں اور اس وقت ٹریفک کے بارہ میں بھی معلومات دی جارہی ہوتی ہیں۔ اس لئے تمام وہ لوگ جو کام پر جارہے ہوتے ہیں ان کے ریڈیو آن ہوتے ہیں۔ محتاط اندازے کے مطابق قریباً پانچ چھ لاکھ افراد نے یہ پروگرام سنا۔

اخبار Urban میں اشاعت

اس اخبار نے اپنی اشاعت مورخہ 19 /دسمبر میں اس خبر کو شائع کیا اور لکھا کہ امام مسجد نصرت جہاں نے ڈینشوں کو کرسمس کے موقع پر ایک دعوت میں بلایا ہے۔ اس اخبار کی اشاعت 2 لاکھ 27 ہزار 7 سو چودہ ہے۔

لوکل اخبار نے اپنی اشاعت 21 /دسمبر میں مسجد کی تصویر کے ساتھ اس خبر کو شائع کیا اور رابطہ کے لئے مسجد کا ایڈریس اور ٹیلی فون نمبر دیا۔

LORRY T.V 2

مورخہ 12 دسمبر کو Lorry tv-2 نے مشن ہاؤس فون کر کے خاکسار کا انٹرویو لینے کی خواہش کا اظہار کیا۔ چنانچہ 13.30 بجے انہوں نے خاکسار کا انٹرویو لیا۔ اور مسجد کی نمایاں تصاویر کے ساتھ قریباً 5 منٹ کا پروگرام قریباً 7.45 کی خبروں میں دیا۔ TV-2 کی یہ خبریں پورے zealand میں سنی جاتی ہیں۔

TV D

TV D نے انٹرویو لینے کیلئے رابطہ کیا چنانچہ 2:45 بجے ان کی ٹیم انٹرویو کیلئے مسجد پہنچی اور قریباً چار بجے خاکسار کا انٹرویو لیا اور مسجد کی فلم بنائی۔ اس ٹی وی چینل نے 9 بجے اور پھر 11 بجے کی خبروں میں یہ پروگرام دکھایا اور خاکسار کا انٹرویو نشر کیا۔

LIVE انٹرویو

TV.2 کی صبح کی خبروں کے ڈائریکٹر نے خاکسار سے رابطہ کیا اور مورخہ 23 /دسمبر کی صبح 7:45 کی خبروں میں LIVE انٹرویو کے لئے کہا۔ چنانچہ خاکسار صبح 7:15 پر TV سٹیشن پہنچا اور 7:45 سے انٹرویو شروع ہوا۔ اس میں یہ بتایا کہ ہم مسلمان کرسمس نہیں مناتے۔ کرسمس کی بجائے مسلمانوں میں دو بڑے تہوار ہیں۔ عید الفطر اور عید الاضحیہ ۔ نیز مختصراً رمضان اور عید الفطر کی فلاسفی بتائی گئی اور عید الاضحیہ کا بھی مختصر ذکر کیا نیز یہ بتایا کہ آجکل چونکہ یورپ میں مسلمانوں اور دیگر مذاہب میں غلط فہمیاں پیدا ہو چکی ہیں اس کے ازالہ اور باہمی افہام وتفہیم کے لئے ہم نے اس پروگرام کا اہتمام کیا ہے۔ یہ LIVE پروگرام کثیر تعداد میں دیکھا اور سُنا گیا۔ محتاط اندازہ ہے کہ قریباً دس لاکھ افراد اس پروگرام کو دیکھتے ہیں۔

تقریب میں شمولیت کیلئے رجسٹریشن

تقریب میں شمولیت کیلئے رجسٹریشن کروانا ضروری تھا۔ چنانچہ میڈیا میں خبروں کے ساتھ کثیر تعداد میں ڈینش احباب نے بذریعہ فون اور ای میل رجسٹریشن کا سلسلہ شروع کیا۔ مورخہ 23 /دسمبر کی صبح تک قریباً 45 ڈینش نے رجسٹریشن کروائی اور اسی روز صبح کی خبروں میں LIVE پروگرام آنے سے کثرت سے ڈینش احباب نے فون اور ای میل سے رابطہ کیا۔ 4 بجے تک تعداد 90 تک پہنچ گئی تقریب کے آغاز سے تھوڑی دیر قبل تک رجسٹریشن کا سلسلہ جاری رہا۔

تقریب کی LIVE COVERAGE

تقریب کے لئے 6:30 کا وقت مقرر تھا تاہم TV.2 کی ایک ٹیم 12:30 سے ہی مشن ہاؤس پہنچ گئی اور لنگر خانہ میں کھانے اور دیگر تیاری کے مراحل کی ریکارڈنگ کی اور خاکسار کا انٹرویو لیا نیز شام سات بجے کی خبروں میں اس تقریب کے LIVE ON AIR انتظامات کے سلسلہ میں وین بھی مشن ہاؤس پہنچ گئی۔ تقریب شروع ہونے کے بعد قریباً 7:20 پر نیشنل خبروں میں اس تقریب کی تفصیلی خبر دی جس میں مسجد کی تصاویر، کھانے اور دیگر تیاری کے سلسلہ میں انتظامات۔ خاکسار کا انٹرویو اور بعض مہمانوں کے LIVE انٹرویو TV سے براہ راست نشر ہوئے۔

TV2 کی یہ خبریں پورے ملک میں بطور خاص دیکھی جاتی ہیں اور خاص طور پر چھٹی کے موقعہ پر تو شاید ہی کوئی ایسا گھرانہ ہو جو یہ خبریں نہ دیکھے۔ بالعموم یہ خبریں پورے ملک اور سویڈن میں بھی دیکھی اور سنی جاتی ہیں۔ اس کے سامعین کی تعداد معین کرنا تو ممکن نہیں البتہ اندازہ یہ ہے کہ دس سے پندرہ لاکھ افراد ان خبروں کو سنتے ہیں۔

ریڈیو P-3 اور P-1 پر انٹرویو

ساڑھے تین بجے ڈنمارک ریڈیو P-3 کے ایک نمائندہ مشن ہاؤس آئے اور خاکسار کا انٹرویو لیا۔ یہ انٹرویو چھ بجے کی خبروں میں نشر ہوا۔ انٹرویو P-3 کے علاوہ P-1 سے بھی نشر ہوا۔ اور یہ پروگرام اندازاً پانچ لاکھ افراد سنتے ہیں۔

تقریب کا آغاز اور کارروائی

پونے سات بجے تلاوت قرآنِ کریم سے تقریب کا آغاز ہوا۔ عزیزم منصور احمد داؤد نے تلاوت قرآنِ کریم مع ڈینش میں ترجمہ پیش کی۔ تلاوت کے بعد خاکسار نے مہمانوں کی آمد پر ان کا شکریہ ادا کیا اور انہیں خوش آمدید کہا۔ مسجد نصرت جہاں کا اور اسلام اور احمدیت کا مختصر تعارف کروایا۔ اور بعض ضروری امور کی وضاحت کے بعد معزز مہمانوں کو کھانے کی دعوت دی گئی ۔ اس تقریب میں 90 سے زائد مہمانوں سے شرکت کی اور جملہ مہمانوں نے اس تقریب کو سراہا۔ تقریب کے دوران محترم عبد الباسط صاحب امیر صاحب۔ خاکسار اور خدام و انصار نے مہمانوں سے تعارف حاصل کیا اور ان کے سوالات کے جوابات دیئے۔ مہمانوں نے اسلام واحمدیت کے بارے میں سوالات کیئے نیز لائبریری میں کتابوں کی نمائش دیکھی اور ان میں دلچسپی کا اظہار کیا۔ قریباً سب مہمانوں نے ڈینش لٹریچر حاصل کیا۔ ایک ڈینش فیملی نے بتایا کہ ان کا بیٹا مسجد میں آنے سے بہت خوف زدہ تھا کہ نہ معلوم مسجد کیسی ہوگی اور امام ان سے کس طرح پیش آئے گا۔ لیکن یہاں آکر مسجد اور یہاں کے ماحول کو دیکھ کر اور امام سے مل کر اس کے رویہ میں بہت تبدیلی آئی اور اس کا خوف دور ہوا۔ اسلام اور مسجد کے بارے میں جو اس کا غلط تاثر تھا وہ دور ہو گیا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔ کئی مہمانوں نے اس بات کا بھی اظہار کیا کہ اس سے پہلے وہ کسی مسجد میں اس لئے نہیں آئے کہ ان کے خیال میں مسجد میں عیسائیوں کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ انہیں بتایا گیا کہ مسجد سب کے لئے کھلی ہے۔ اور اس سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کے اسوہ حسنہ سے مثال دیکر بتایا گیا کہ آپ ﷺ نے عیسائیوں کو مسجد میں اپنے طریق سے عبادت کی اجازت دی تھی۔ یہ پروگرام قریباً 10 بجے اختتام کو پہنچا۔

ٹرکش ٹی وی کے نمائندے بھی اس تقریب میں موجود تھے۔ اور انہوں نے بھی پروگرام ریکارڈ کیا علاوہ ازیں ایک اور فوٹو گرافر بھی موجود تھے ۔ اخبار POLITAKEN کے نمائندہ بھی تشریف لائے تھے۔

مکرم رضوان احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ ڈنمارک کی زیرنگرانی تمام انتظامات بہت عمدگی سے انجام پائے۔ قارئین کی خدمت میں تمام کارکنان کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

ٹی وی انٹرویو

مورخہ 3 /فروری بروز جمعۃ المبارک TV-2 کی ایک ٹیم مسجد نصرت جہاں آئی۔ یہ لوگ جمعہ کے روز آکر خطبہ بھی ریکارڈ کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے خاکسار کا خطبہ بھی ریکارڈ کیا جس میں خاکسار نے یہ بتایا کہ اسلام مذہبی آزادی کا علمبردار ہے۔ نیز آزادئ ضمیر بھی ہر انسان کا حق ہے مگر اس کے ساتھ اس پر کچھ ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں۔ اس لئے معاشرہ میں امن قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھا جائے، ایک دوسرے کے مذہبی راہنماؤں کی عزت وتکریم کی جائے۔ اس وقت آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس کے حوالہ سے جو توہین آمیز خاکے شائع ہوئے ہیں ان سے ہماری دل آزاری ہوئی ہے اور ہمیں بہت دکھ ہے کہ مجسم رحمت کو ان کارٹونوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ تاہم اس دکھ کا اظہار ہم احمدیہ روایات کے مطابق دھمکیوں سے نہیں کریں گے بلکہ آنحضرت ﷺ کے اسوہ حسنہ کے مطابق پیار اور محبت سے اسلام کی حسین تعلیم ڈینش لوگوں تک پہنچائیں گے۔ خطبہ کے آخر پر ''پیغام صلح'' سے دو اقتباسات پڑھ کر سنائے جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اے عزیزو! قدیم تجربہ اور بار بار کی آزمائش نے اس امر کو ثابت کر دیا ہے کہ مختلف قوموں کے نبیوں اور رسولوں کو توہین سے یاد کرنا اور ان کو گالیاں دینا ایک ایسی زہر ہے کہ نہ صرف انجام کار جسم کو ہلاک کرتی ہے بلکہ رُوح کو بھی ہلاک کر کے دین اور دنیا دونوں کو تباہ کرتی ہے۔ وہ ملک آرام سے زندگی بسر نہیں کر سکتا جس کے باشندے ایک دوسرے کے رہبر دین کی عیب شماری اور ازالۂ حیثیت عرفی میں مشغول ہیں۔ اور ان قوموں میں ہرگز سچا اتفاق نہیں ہوسکتا جن میں سے ایک قوم یا دونوں ایک دوسرے کے نبی یا رِشی یا اوتار کو بدی یا بدزبانی کے ساتھ یاد کرتے رہتے ہیں۔ اپنے نبی یا پیشوا کی ہتک سن کر کس کو جوش نہیں آتا۔ خاص کر مسلمان ایک ایسی قوم ہے کہ وہ اگرچہ اپنے نبی کو خدا یا خدا کا بیٹا تو نہیں بناتی مگر آنجنابؐ کو ان تمام برگزیدہ انسانوں سے بزرگ و برتر جانتے ہیں کہ جو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ پس ایک سچے مسلمان سے صلح کرنا کسی حالت میں بجز اس صورت کے ممکن نہیں کہ ان کے پاک نبی کی نسبت جب گفتگو ہو تو بجز تعظیم اور پاک الفاظ کے یاد نہ کیا جائے''۔ (پیغام صلح)

خطبہ جمعہ ڈینش زبان میں تھا جو انہوں نے ریکارڈ کیا۔ خطبہ جمعہ کے بعد مکرم منصور احمد طارق صاحب، مکرم مجید احمد صاحب اور مکرم محمد جمیل صاحب صدر مجلس انصار اللہ کا بھی انٹرویو لیا اور ان سے یہ سوال کیا کہ آج کے خطبہ میں امام نے کیا پیغام دیا تھا۔

اسی روز شام ساڑھے سات بجے کی خبروں میں یہ انٹرویو نشر ہوا۔ خبروں میں انہوں نے مسجد نصرت جہاں اور خطبہ جمعہ کی تصاویر دکھائیں اور خاکسار کے خطبہ میں سے کچھ حصے نشر کئے۔ علاوہ ازیں خبروں میں منصور طارق صاحب اور مکرم محمد جمیل صاحب کے انٹرویوز بھی دکھائے جس میں انہوں نے خاص طور پر یہ بتایا کہ ہمارے امام صاحب نے اس اہم اور نازک موقع پر تمام مسلمانوں اور ڈینش لوگوں کو پُر امن رہنے کا پیغام دیا ہے۔

یہ خبریں پورے ملک میں اہتمام کے ساتھ دیکھی جاتی ہیں۔ الحمد للہ کہ اس طرح جماعت احمدیہ کے موقف کی خوب اشاعت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس کے نیک ثمرات ظاہر فرمائے۔

جماعت احمدیہ نائیجیریا کے

مختلف تبلیغی و تربیتی پروگرام اور 56ویں جلسہ سالانہ کا کامیاب و بابرکت انعقاد

جلسہ میں 31 ہزار سے زائد مردوں، خواتین اور بچوں کی شمولیت

ٹی وی، ریڈیو، اخبارات میں کوریج۔ پیراماؤنٹ چیف، چیئرمین اسلامک فورم نائیجیریا اور دیگر معززین کی شمولیت۔ بکسٹال اور نمائش کا اہتمام

(رپورٹ: نسیم احمد بٹ، مبلغ سلسلہ نائیجیریا)

تبلیغی سیمینار

22/دسمبر 2005ء کو صبح دس بجے تبلیغی سیمینار کا افتتاح تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ اس کے بعد نیشنل تبلیغ سیکرٹری Br.H.A.Fola Ade Balagun نے حاضرین کو خوش آمدید کہنے کے علاوہ رپورٹ پیش کی۔ مکرم امیر صاحب نائیجیریا نے اپنے افتتاحی خطاب میں سب سے پہلے سب کو مبارکباد دی کہ پچھلے تبلیغی سال میں نائیجیریا پوری دنیا میں اول نمبر پر آیا ہے۔ الحمدللہ۔ اور مزید فرمایا کہ تربیتی کاموں کو مزید بڑھایا جائے اور مساجد کی تعداد کو بھی بڑھایا جائے۔

سرکٹ صدران نے اپنی اپنی رپورٹ پیش کی۔ علاوہ ازیں مربیان، معلمین اور داعیان الی اللہ نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

مکرم امیر صاحب نے تبلیغی کاموں کے لئے مزید تلقین کی اور مشکلات کا حل بتایا۔ جلسہ سے دو ہفتے قبل نومبائعین داعیان الی اللہ کے ریفریشر کورس کا انعقاد ہوا۔ جس میں ملک کے مختلف حصوں سے 31 داعیان الی اللہ نے شرکت کی۔ آخر پر نیشنل جنرل سیکرٹری Br. Dauda Abiola Raji نے دعا کروائی۔

معائنہ انتظامات جلسہ سالانہ اور ڈیوٹیوں کا افتتاح

جلسہ سے پہلے تین بکرے صدقہ کے طور پر ذبح کر کے غرباء میں تقسیم کئے گئے۔ 22/دسمبر کو نماز ظہر و عصر کے بعد مکرم امیر صاحب نے جلسہ سالانہ کے لئے ڈیوٹیوں کا افتتاح فرمایا اور قیمتی نصائح فرمائیں۔ امیر صاحب نے باقاعدہ ہر شعبہ کا معائنہ فرمایا اور موقع پر نصائح فرمائیں۔ آخر پر مکرم امیر صاحب نے دعا کروائی کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس جلسہ کو ہر لحاظ سے کامیاب و کامران کرے۔

مردوں کے لئے بڑے سائز کے ٹینٹ لگائے گئے جن کے اندر پنکھوں کا بھی انتظام تھا۔ لجنہ کے لئے علیحدہ باقاعدہ جلسہ گاہ بنائی گئی۔ اسی طرح اطفال اور ناصرات کے لئے بھی علیحدہ علیحدہ جلسہ گاہ کا انتظام کیا گیا اور ہر جگہ پر مردانہ جلسہ گاہ سے لاؤڈ سپیکر کا رابطہ تھا جس سے ہر شامل ہونے والا تقاریر سے لطف اندوز ہوتا تھا۔

جلسہ سالانہ کا آغاز

23/دسمبر 2005ء بروز جمعۃ المبارک

جلسہ سالانہ کا آغاز حسب روایت نماز تہجد سے ہوا۔ مکرم امیر صاحب نے خطبہ جمعہ دیا جس میں سورۃ فاتحہ کے مضامین پر روشنی ڈالی اور خلافت جوبلی منصوبہ کے تحت دعاؤں کی طرف توجہ دلانے کے ساتھ ساتھ جلسہ سالانہ کی غرض و غایت بھی بیان کیں۔ پہلے اجلاس سے قبل پرچم کشائی ہوئی جس میں مکرم امیر صاحب نائیجیریا نے نائیجیریا کا قومی جھنڈا لہرایا اور مکرم عبدالخالق نیر صاحب مبلغ انچارج نائیجیریا نے لوائے احمدیت لہرایا۔

پہلا اجلاس

جلسہ سالانہ کا پہلا اجلاس مکرم عبدالخالق نیر صاحب مبلغ انچارج نائیجیریا کی زیرصدارت شروع ہوا۔ مکرم امیر صاحب نائیجیریا نے جلسہ سالانہ کی برکات کے موضوع پر افتتاحی خطاب فرمایا۔

امیر صاحب کے افتتاحی خطاب کے بعد پہلی تقریر مکرم الحاجی A.A.F. Alatoye صاحب نے کی جن کا موضوع "Leadership & Accountability" تھا۔ ان تقاریر کا یوروبا اور ہاؤسا زبانوں میں ترجمہ بھی پیش کیا گیا۔ اس اجلاس کی کارروائی لجنہ کے جلسہ گاہ میں بھی نشر کی گئی۔ نماز مغرب و عشاء جمع کر کے ادا کی گئیں جس کے بعد مکرم مولوی محمود احمد صاحب نے درس حدیث دیا۔

مجلس سوال و جواب

رات کے کھانے کے وقفہ کے بعد مجلس سوال و جواب منعقد کی گئی جس کے منتظم مکرم مولوی محمد احمد صاحب شمس تھے۔ ان کے ہمراہ تھے:

1.Dr.Saeed Timehin. 2. Dr. Mojeed Hassan Bello.3.Alhaji M.M.Alaka.

سوالات کے جوابات انگریزی، یوروبا اور ہاؤسا زبانوں میں دئے گئے۔ حاضرین نے خوب دلچسپی لی اور رات دیر تک یہ محفل جاری رہی۔

دوسرا دن 24/دسمبر بروز ہفتہ

جلسہ سالانہ کے دوسرے دن کا آغاز بھی حسب روایت نماز تہجد سے ہوا۔ نماز فجر کے بعد مولوی عبدالرشید ثانی صاحب نے درس قرآن کریم دیا۔ اس کے بعد ناشتہ کروایا گیا اور جنرل صفائی کی گئی۔

دوسرا اجلاس مکرم امیر صاحب نائیجیریا کی صدارت میں ہوا۔ اس اجلاس میں بعض مہمان بھی تشریف لائے۔

1. Royal Majesty Olu of Ilaro Paramount Ruler of Yewland Oba Samuel Adekanmbi State.

2. Onirun of Oke-run in Osun State.

اس اجلاس میں تلاوت قرآن کریم Hafiz bro Taofeeq صاحب نے کی اور مکرم M.Opayemi Abdus Salaam نے قصیدہ پیش کیا۔ بعد میں مکرم زیڈٹی ایوب صاحب نے تقریر کی جس کا موضوع تھا:

"100 Years of Wasiyyat-the Journey so far"

اس میں احباب کو وصیت کے بارہ میں بتایا کہ اب اس سکیم کو پورے سو سال مکمل ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے احباب کرام بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔

مولوی ذکراللہ ایوب کی ذاتی کوشش سے لیگوس کے گردونواح میں سینکڑوں افراد نے اس بابرکت سکیم میں شمولیت اختیار کی ہے۔ اب تک نائیجیریا میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ڈیڑھ ہزار سے زائد احباب اس بابرکت تحریک میں شامل ہو چکے ہیں۔ الحمدللہ۔

اس کے بعد مکرم عبدالخالق نیر صاحب مبلغ انچارج نائیجیریا نے "Khilafat as Model for Good Governance" کے موضوع پر تقریر کی۔

بعدہٗ مدعو مہمانوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اور کہا کہ جماعت احمدیہ ہر میدان میں خدمات بجالا رہی ہے۔

اطفال نے کراٹے شو کا مظاہرہ پیش کیا۔ آخر میں مکرم امیر صاحب نے دعا کروائی اور پھر بعد میں کھانے اور نماز ظہر و عصر کے لئے وقفہ ہوا۔

تیسرا اجلاس

تیسرا اجلاس مکرم مولوی Z.T.Ayyuba صاحب کی زیرصدارت ہوا۔ تلاوت قرآن کریم ایک لوکل مشنری نے کی اور قصیدہ بھی ایک لوکل مشنری نے پڑھا۔ اس کے بعد مکرم امیر صاحب اور چند منتخب احباب لجنہ کی جلسہ گاہ میں تشریف لے گئے جہاں مکرم امیر صاحب نے لجنہ سے خطاب کیا اور ان کو نصائح کیں۔ اور فرمایا کہ آپ کو اخلاص کے ساتھ جماعت کا کام کرنا چاہئے اور بچوں کی تربیت کرنی چاہئے۔

اس اجلاس میں ایک تقریر مکرم بیرسٹر آرائے محمد صاحب نے کی جس کا موضوع تھا: Fight against Corruption Islamic Perspective"

اس کے بعد مختلف اعلانات ہوئے۔ نماز مغرب و عشاء جمع کر کے پڑھی گئیں۔ اس کے بعد مکرم مولوی محمد امین طاہر صاحب نے درس ملفوظات دیا۔

رات کھانے کے بعد مختلف میٹنگز ہوئیں۔ مکرم امیر صاحب کے ہمراہ مربیان اور معلمین کرام کی میٹنگ ہوئی جس میں تبلیغی و تربیتی امور کا جائزہ لیا گیا۔ رات کو مختلف آڈیو ویڈیو پروگرامز ہوئے۔ اور باہر کی جماعتوں سے آئے ہوئے احباب نے مکرم امیر صاحب سے ملاقات کی۔ اس طرح دوسرے دن کی کارروائی اختتام کو پہنچی۔

تیسرا دن 25/دسمبر بروز اتوار

تیسرے دن کا آغاز بھی حسب روایت نماز تہجد سے ہوا جس میں تمام مرد و زن اور بچے شامل ہوئے۔ نماز فجر کے بعد درس قرآن کریم ہوا۔

اختتامی اجلاس

اختتامی اجلاس مکرم الحاجی Mashud Adenrel Fashola صاحب امیر جماعت احمدیہ نائیجیریا کی صدارت میں ہوا۔ تلاوت قرآن کریم مکرم محمد داؤد ظفر صاحب استاد جامعہ احمدیہ نے کی اور مکرم مولوی امتیاز احمد نوید قائم مقام پرنسپل جامعہ احمدیہ نے "ہے دست قبلہ نما لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" بڑے خوبصورت انداز میں پڑھی۔

اس اجلاس میں پیراماؤنٹ چیف، کوگی اسٹیٹ Alhaji (Dr) Ahmadu Yakubu اور شیخ الحاجی عبدالحسن صاحب چیئرمین اسلامک فورم آف نائیجیریا، کوگی اسٹیٹ بھی تشریف لائے اور اپنے خیالات کا اظہار کیا اور جماعتی کاموں کو سراہا۔ بعد میں خدام نے کراٹے شو پیش کیا۔

آخر پر مکرم امیر صاحب نے اختتامی خطاب فرمایا اور احباب کو نصائح کرتے ہوئے کہا کہ جو دن یہاں گزارے ہیں اور مختلف تقاریر سنی ہیں ان پر عمل کرنے کی پوری کوشش کریں۔ مکرم عبدالخالق صاحب مبلغ انچارج نے اختتامی دعا کروائی اور اس طرح نائیجیریا کا 56واں جلسہ سالانہ اپنے اختتام کو پہنچا۔ ہر طرف نعرۂ تکبیر، اللہ اکبر کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ احباب ایک دوسرے کو گلے مل کر مبارکباد دے رہے تھے۔

نومبائعین

امسال جلسہ سالانہ میں چار ہزار سے زائد نومبائعین نے شرکت کی۔ مشکل حالات کے باوجود بعض نومبائعین کئی کئی ہزار کلومیٹر کا سفر طے کر کے جلسہ میں شامل ہوئے اور بڑے خوش ہوئے کہ ایک روحانی پروگرام دیکھنے کو ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہمیشہ خلافت سے وابستہ رکھے اور اپنے علاقوں میں احسن رنگ میں جماعت کی خدمت کر سکیں۔

بک سٹال

جلسہ سالانہ کے موقع پر بکسٹال کا بھی انتظام تھا۔ جس میں قرآن کریم باترجمہ انگریزی، تفسیر صغیر انگریزی ترجمہ اور نئے سال کے کیلنڈر اور دوسری کتب رکھی گئیں جو احباب نے بڑی تعداد میں خریدیں۔

نمائش

جلسہ سالانہ کے موقع پر خوبصورت نمائش کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔ ایک بڑی مارکی لگا کر اس کے اندر قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم، مختلف کتب، تصاویر اور کیلنڈر لگا کر سجایا گیا۔ تصویری زبان میں جماعت احمدیہ کی شاندار تاریخ کو بیان کیا گیا جس سے احباب جماعت اور غیر احمدی احباب اور نومبائعین نے استفادہ کیا اور اپنے ایمانوں کو تازہ کیا کہ کس طرح احباب جماعت نے قربانیاں کی ہیں اور ہر احمدی کو آج بھی اسی طرح قربانی کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

امسال نائیجیریا کے جلسہ سالانہ میں چاڈ، بینن، ایکٹوریل گنی اور کیمرون کے ممالک سے وفود نے شرکت کی۔

نائیجیریا کے دور دراز علاقوں سے احباب مرد و خواتین جلسہ کے لئے تشریف لائے۔ بعض احباب کافی تکلیف اٹھا کر لمبا سفر کر کے پہنچے۔ امسال 31,020 احباب مرد و زن نے جلسہ میں شرکت کی۔ الحمدللہ۔ گزشتہ سال کی نسبت حاضری میں نمایاں فرق تھا۔ باوجود مالی مشکلات کے احباب کثرت سے شامل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قربانیوں کو قبول کرے۔

فری ڈسپنسری

جلسہ کے ایام میں خدمت خلق کے لئے فری ڈسپنسری کا اہتمام کیا گیا تھا۔ 12 ڈاکٹر صاحبان، 18 نرسز اور تین فارمسٹ نے دن رات کام کیا اور 3500 سے زائد مریضوں کو مفت ادویات دی گئیں۔ 20 مریضوں کی آنکھوں کا معائنہ کیا گیا۔

میڈیا میں کوریج

امسال اللہ تعالیٰ کے فضل سے ٹیلی ویژن، ریڈیو اور اخبارات میں جلسہ سے قبل اور بعد میں جماعت کے پروگرام دکھائے گئے۔ اس طرح جماعت کا پیغام بڑے احسن رنگ میں ملک کے طول و عرض میں پہنچا۔ قارئین کرام سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جماعت نائیجیریا کو مزید ترقیات سے نوازے۔ آمین

مکرم میاں سلطان بخش صاحب آف کلر کہار کے

قبول احمدیت کی سرگزشت

(ملک منور احمد عارف جہلمی - ربوہ)

خاکسار کے والد محترم میاں سلطان بخش صاحب 1905ء میں مکرم میاں احمد بخش صاحب آف کلر کہار ضلع جہلم (حال چکوال) کے ہاں پیدا ہوئے۔ وہ اپنے والدین کی واحد اولاد تھے۔ میرے دادا جان پہلے پیر مہر علی شاہ گولڑہ والوں کے مرید تھے بعد میں احمدیت قبول کی۔ آپ بہت نیک و پارسا اور خدا ترس انسان تھے۔ وہ اپنے علاقہ میں ولی اللہ جانے جاتے تھے، لوگوں میں مشہور تھا کہ انہیں مصلّٰی کے نیچے سے پانچ روپے یومیہ ملتے ہیں مگر وہ اس امر کی ہمیشہ تردید کرتے تھے کہ ایسی کوئی بات نہیں میرے ہاں چار ملازم کام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے میرے کاروبار میں بہت برکت اور وسعت بخشی ہے مجھے معقول آمد ہوتی ہے اس لئے میں یتامٰی و بیوگان اور دیگر رفاہی کاموں پر دل کھول کر خرچ کرتا ہوں۔ 1912ء میں انہوں نے اپنے خرچ پر ایک مسجد کی تعمیر کروائی تھی۔

ایک مرتبہ مکرم صوبیدار غلام حسین صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور مکرم میاں حسن دین صاحب احمدی آف بھوچھال کلاں کسی کام کی غرض سے میرے دادا جان کو ملنے آئے تو ساتھ ہی میرے والد صاحب بھی آ گئے۔ والد صاحب شروع سے ہی صوم وصلوٰۃ کے پابند، باریش اور متدیّن انسان تھے۔ جب احمدی حضرات نے ان کو دیکھا کہ یہ بہت نیک وصالح نوجوان معلوم ہوتا ہے اور اس کے چہرہ پر رشد وہدایت کے آثار ہویدا ہیں تو احمدیت کے بارہ میں انہیں باتیں بتانی شروع کر دیں۔ والد صاحب نے ان کی باتوں میں بہت دلچسپی لی اور بڑے غور وانہماک سے سنتے رہے اِس لئے جو باتیں احمدی بتاتے وہ اپنے استاد صاحب آف چکوڑہ نزد کلر کہار کو بیان کر دیتے اور جو مولوی صاحب جواب دیتے وہ احمدیوں کو بتا دیتے۔

جب مولوی صاحب کو محسوس ہونے لگا کہ میرے شاگرد پر احمدیت کا اثر ہو رہا ہے تو ان سے کہنے لگا عزیزم! تم ابھی بچّے ہو شیطان چودہ علم پاس ہے وہ احمدیوں کو ایسی حجتیں سکھا دیتا ہے جن کا جواب دینا مشکل ہو جاتا ہے۔ تم ایسا کرو کہ جب تمہارے پاس احمدی آئیں تو انہیں میرے پاس لے آنا۔ چنانچہ انہوں نے ایسے ہی کیا۔ مگر مولوی صاحب نے ان سے معقول گفتگو کرنے کی بجائے حضرت مسیح موعودؑ پر گندے اور بودے الزامات لگانے شروع کر دیئے۔ اس پر وہ وہاں سے واپس آ گئے۔ دوسرے روز میرے والد صاحب سبق پڑھنے کیلئے چکوڑہ گئے تو مسجد میں ایک مستری صاحب کام کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا سلطان بھائی! کل تم احمدیوں کو مولوی صاحب کے پاس لائے تھے سناؤ معاملہ کیسے رہا ہے؟ والد صاحب نے جواب دیا کہ مستری صاحب سچ تو یہ ہے کہ جس طرح احمدی لوگ محکم دلیل دے کر بات کرتے ہیں استاد صاحب ایسا کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ جب استاد صاحب مسجد میں آئے تو مستری صاحب نے بات کو نمک مصالحہ لگا کر یوں بیان کیا کہ مولوی صاحب! سلطان بخش کہتا ہے کہ کل کی بات چیت میں احمدی جیت گئے ہیں اور مولوی صاحب ہار گئے ہیں۔ بس پھر کیا ہونا تھا پٹرول پر چنگاری پڑنے کی دیر تھی آگ بھڑک اُٹھی۔ مولوی صاحب غصہ میں آ گئے اور میرے والد صاحب کو بازو سے پکڑ کر مسجد سے باہر نکال دیا اور کہا کہ تم کفر میں چلے گئے ہو اب میرا تم سے کوئی تعلق نہیں رہا آئندہ میرے پاس ہرگز نہ آنا۔ ناچار گھر واپس لوٹ آئے۔ ہفتہ گزرنے کے بعد انہوں نے سمجھا کہ مولوی صاحب کا غصہ مدھم پڑ چکا ہوگا جا کر دیکھیں بھلا کیا کہتے ہیں؟ تو واقعی کچھ نرم پڑ چکے تھے اور دوبارہ سبق پڑھانا شروع کر دیا۔

چند دن گزرنے کے بعد والد صاحب کو کہنے لگے کہ تم میں مرزائیت کے جراثیم سرایت کر گئے ہیں مَیں تمہیں مفتی عطا محمد صاحب آف رتہ شریف کے پاس لے جاؤں گا وہ تمہیں سمجھائیں گے۔ اُس زمانے میں موضع رتہّ بہت بڑی دینی درسگاہ سمجھی جاتی تھی۔ مردوں کے علاوہ عورتیں بھی کثرت سے قرآن کریم حفظ کرتی تھیں۔ مشہور تھا کہ ”جس نے نہیں دیکھا مکہّ دیکھ لیوے رتہّ“۔

جب مولوی صاحب والد صاحب کو مفتی عطاء محمد صاحب کے پاس لے گئے اور بتایا کہ یہ میرا شاگرد ہے اس کو مرزائیت کی چاٹ لگ رہی ہے۔ اس کو کچھ سمجھائیں۔ اس پر مفتی صاحب کہنے لگے مرزائی صاحب آگے آ جائیں۔ والد صاحب نے جواب دیا کہ مفتی صاحب مَیں تو خدا کے فضل سے اہلِسنت والجماعت ہوں احمدی نہیں ہوں۔ مَیں ایک کتاب عسلِ مصفّٰی ساتھ لایا ہوں آپ اس کا مطالعہ کر کے جواب لکھ دیں تاکہ مَیں احمدیوں کو لاجواب کر سکوں۔ مفتی صاحب نے کہا اب تو رمضان شریف ہے تم رمضان شریف کے بعد آنا۔

جب والد صاحب رمضان شریف کے بعد رتہّ گئے تو مفتی صاحب خود تو گھر پر موجود نہیں تھے البتہ ان کے بھائی مولوی دین محمد صاحب سے ملاقات ہوگئی۔ والد صاحب نے آنے کی غرض بیان کی کہ میں مفتی صاحب کو اپنی کتاب دے گیا تھا اس کے بارہ میں کچھ دریافت کرنا تھا مولوی صاحب نے کہا ہاں مَیں نے بھی وہ کتاب دیکھی ہے تمہیں میری نصیحت ہے کہ اگر تم اہل سنت میں رہنا چاہتے ہو تو ایسی فضول باتوں سے اجتناب کرو ورنہ تمہارے ایمان کو دیمک کی طرح چاٹ کھائیں گی۔ میرے والد صاحب نے کہا مولوی صاحب آپ کی بڑی مہربانی ہے کہ میرے لئے وقت نکالا ہے لیکن آپ میری کم عمری سمجھیں یا کم علمی آپ میری تسلی کر نہیں پائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ احمدی لوگ حق پر ہیں اور آپ کے پاس کچھ نہیں ہے۔ یہ کہہ کر واپس آ گئے۔ بوچھال کلاں جا کر احمدی حضرات سے کہا کہ مجھ پر حقیقت آشکار ہو چکی ہے کہ آپ لوگ سچے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پھر بیعت کر لو۔ والد صاحب نے جواب دیا کہ میں تو ایسے بیعت نہیں کرتا میں پہلے خود قادیان جا کر حالات کا مکمل جائزہ لوں گا۔ میں نے سنا ہے کہ احمدیوں نے وہاں جنت بنائی ہے اگلا قدم پھر اٹھاؤں گا۔

والد صاحب میرے دادا جان کو بتائے بغیر قادیان چلے گئے۔ میرے والد صاحب کو بچپن سے شب کوری کا مرض تھا۔ رات کو کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ کے اس نیک بندے نے اس امر کی ذرہ بھر پرواہ نہ کی کہ اگر مجھے سفر میں رات آ گئی یا قادیان میں جہاں چند دن ٹھہرنا تھا رات کو میری کون مدد کرے گا؟ ایمانی جذبہ کار فرما تھا جو انہیں کشاں کشاں قادیان لے ہی گیا۔ بھون سے بٹالہ تک تو ریل کا سفر تھا مگر جب بٹالہ سے قادیان جانے کے لئے یکّہ پر سوار ہوئے تو کچا راستہ اتنا خراب تھا کہ سخت ہچکولے لگتے تھے۔ ان کا جسم دکھنے لگا اور وہ یکّہ سے اتر کر ساتھ ساتھ پیدل چلتے گئے۔ یہ واقعہ جولائی ۱۹۲۵ء کا ہے۔ جب قادیان پہنچے تو مسجد اقصیٰ میں چلے گئے۔ جا کر کہا کہ مَیں مسافر ہوں پہلی مرتبہ قادیان آیا ہوں۔ مَیں نے یہاں ہی ٹھہرنا ہے یا کوئی اور انتظام ہے۔ ایک آدمی انہیں لنگر خانہ چھوڑ آیا۔ جب محرر لنگر خانہ امیر احمد صاحب بھیروی نے دریافت کیا کہ لڑکے تم کہاں سے آئے ہو تو انہوں نے بتایا کہ میں کلر کہار ضلع جہلم سے آیا ہوں تو قریشی صاحب پوچھنے لگے کہ کیا کلر کہار میں ملک غلام حیدر صاحب نام کے کوئی صاحب رہتے ہیں۔ ان کے علاوہ سردار سندر سنگھ اور اولیاء خان ماچھی بھی ہیں۔ والد صاحب نے کہا ہاں رہتے ہیں مگر ساتھ ہی حیران و ششدر بھی ہو گئے کہ ان کو کیسے پتہ چلا کہ یہ لوگ وہاں رہتے ہیں۔ قریشی صاحب نے کہا کہ لڑکے حیران مت ہو بات یہ ہے کہ میرے بڑے بھائی کلر کہار میں پوسٹ ماسٹر لگے ہوئے تھے جب مَیں وہاں جاتا تھا تو ان لوگوں سے میری ملاقات ہوتی رہتی تھی اس لئے ان کو جانتا ہوں۔

دوسرے دن دوالمیال کے ایک احمدی دوست مکرم منشی محمد خان صاحب مل گئے انہوں نے والد صاحب کو قادیان کی سیر کروائی، دفاتر دکھائے، حضور انور (حضرت مصلح موعودؓ) سے ملاقات کروائی۔ چند دن بعد بیعت کر کے قادیان سے واپس گھر آئے تو میرے دادا جان نے سخت برا منایا کہ تم کافر ہو گئے ہو میرے ساتھ تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہفتہ عشرہ گذرنے کے بعد والد صاحب کو گھر سے نکال دیا۔ وہ پھر دوبارہ قادیان چلے گئے آپ کے پاس کوئی رقم نہ تھی۔ حضور انور کی خدمت میں درخواست کی کہ اس طرح پر میرے والد صاحب نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے میرے پاس کوئی رقم نہیں ہے کہ کوئی کاروبار کر سکوں۔ اس پر حضور نے از راہ شفقت بیس روپے عنایت فرمائے جس سے انہوں نے معمولی سا کاروبار شروع کر لیا۔ سال بھر قادیان رہنے کے بعد جب ان کو مسائل سے اچھی طرح واقفیت ہوگئی تو اپنے والد صاحب کو خط لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمت مجھے عطا کی ہے مَیں چاہتا ہوں کہ آپ کو اور دوسرے اہل وطن کو بھی اس سے روشناس کرواؤں۔ دادا جان نے جواب دیا کہ ہرگز گھر نہ آنا مَیں تمہارا منہ بھی دیکھنا نہیں چاہتا۔ لیکن آپ اپنی کتب وغیرہ لے کر گھر ہی آ گئے۔ پہلے تو دادا جان نے بہت برا منایا لیکن آخر ان کا جگر گوشہ تھا خاموش ہو گئے۔ میرے والد صاحب نے مکرم چوہدری خاں صاحب کو پیغام حق پہنچایا اور وہ احمدی ہو گئے۔ دوسرے نمبر پر ان کے خالہ زاد بھائی ملک طالب خان صاحب نے احمدیت قبول کر لی۔ پھر تیسرے نمبر پر میرے دادا جان نے بھی بیعت کر لی۔ پھر تو بڑے خوش ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ یہ لڑکا میرے گھر میں پیدا ہوا ہے جس کے ذریعہ مجھے حقیقی ایمان نصیب ہوا ہے۔ اس کے بعد تیرہ چودہ مزید آدمیوں نے بھی احمدیت قبول کر لی۔ علاقہ کے لوگ بڑے حیران تھے کہ اس کم لکھے پڑھے نوجوان نے اتنے لوگوں کو اپنا ہم عقیدہ بنا لیا ہے۔

1912ء میں میرے دادا جان نے جو مسجد اپنے خرچ پر تعمیر کروائی تھی جھگڑا بنے رہنے کی وجہ سے 1953ء میں احمدیوں نے وہ چھوڑ دی اور 1954-55 میں اپنی علیحدہ مسجد تعمیر ہوگئی۔ کچھ امداد مرکز نے کی اور کچھ جماعتوں سے چندہ وصول کیا گیا۔ اس مسجد میں نلکا سپیکر اور بجلی کی سہولت کا بھی انتظام کرایا۔ والد صاحب عمر کے آخری پندرہ سال بصارت سے بالکل محروم ہو گئے تھے۔ لیکن گرمیوں سردیوں میں پانچ وقت مسجد میں نماز پڑھتے تھے۔ ہمارے والدین نے میرے بڑے بھائی عطاء اللہ صاحب مرحوم اور مجھے گیارہ گیارہ سال کی عمر میں قادیان بھجوا دیا تھا۔ اور میرے چھوٹے بھائی عزیزم لطیف احمد صاحب کو بھی گیارہ سال عمر میں چنیوٹ بھجوا دیا تھا۔ (اس وقت جماعتی سکول چنیوٹ میں تھا۔) 1932ء میں نظام وصیت میں شامل ہوئے اپنی زندگی میں ہی اپنا حصہ جائیداد ادا کر دیا تھا۔ تمام مالی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ تحریک جدید کا چندہ شروع ہی سے ادا کرتے آ رہے تھے۔ مکرم والد صاحب کی وفات مورخہ 17ر ستمبر 1995 کو ہوئی تھی۔ ان کی وفات کے بعد خاکسار ان کی طرف سے چندہ ادا کر رہا ہے۔ خلفائے سلسلہ کے عاشق صادق تھے اور جماعت احمدیہ کے شیدائی تھے۔ بزرگان سلسلہ اور احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میرے والد صاحب کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

MOT

Cars: £38 Vans: £40

Servicing, Tyres & Exhausts.

Mechanical Repairs

All Makes & Models

Rutlish Auto Care Centre

Rutlish Road

Wimbledon - London

Tel: 020 8542 3269

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

اُذْکُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاکُمْ

چوہدری محمد یوسف صاحب و محترمہ رقیہ بی بی صاحبہ

(محمد سلطان ظفر۔ کینیڈا)

چوہدری محمد یوسف صاحب 1893 میں غوث گڑھ انڈیا میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدین وہابی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے اور زمیندار تھے۔ چونکہ چوہدری محمد یوسف صاحب اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے لہذا آپ نے برادری میں اپنی حیثیت مضبوط کرنے کی خاطر ایک عزیز کو اپنا بھائی بنا لیا اپنی جائیداد میں سے آدھی جائیداد بھی اس کے نام منتقل کردی۔

حضرت عبداللہ سنوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ملازمت اور تبلیغ حق کے لئے ایک لمبا عرصہ غوث گڑھ میں مقیم رہے۔ انہی ایام میں چوہدری محمد یوسف صاحب، جو گاؤں سکھیوال کے نمبردار بھی تھے، کو ان کی بیٹھک میں جانے کا موقع ملتا رہا۔ ان ملاقاتوں کے نتیجہ میں 1915ء میں تقریباً بائیس سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

غوث گڑھ میں حضرت عبداللہ سنوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رہائش حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق تھی اور انہی کی دعاؤں کے طفیل اس گاؤں کو حقیقی اسلام نے اپنی رحمت اور فضل کی چادر میں لپیٹ لیا۔ اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ سنوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریرات میں سے ایک اقتباس پیش خدمت ہے۔

"... آخر میں نے یہ معاملہ حضرت صاحب (حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۔ ناقل) کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک آپ کا غوث گڑھ میں رہنا مفید ہے۔ اس پر میں نے سب کو قطعی جواب دے دیا اور ناظم صاحب کو بھی کہہ دیا کہ مَیں واپس ہی جاؤں گا۔ آخر انہوں نے افسوس کے ساتھ لکھا کہ میں نے تو تمہیں کو فائدہ پہنچانے کے لئے ایسا چاہا تھا اگر ایسا نہیں چاہتا۔ تو میں اجازت دیتا ہوں۔ آخر میں واپس اپنے حلقہ غوث گڑھ میں آ گیا۔...... مجھے غوث گڑھ میں واپس آنے سے بہت فائدے پہنچے۔ چنانچہ تمام گاؤں احمدی ہوگیا۔"

(مکتوبات احمدیہ جلدپنجم حصہ پنجم صفحہ 174-175، بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 4اکتوبر 2003)

غوث گڑھ کے باسیوں نے لدھیانہ جا کر بیعت کی تھی۔ مقام بیعت کے ایک طرف عاشقان مسیح موعود علیہ السلام کا مجمع تھا اور دوسری طرف مخالفین کا، جو تمام وقت نومبائعین پر سنگ باری کرتے رہے۔

قبول احمدیت کے وقت چوہدری محمد یوسف صاحب کی شادی رقیہ بی بی صاحبہ، جو بذات خود کٹر وہابی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں، سے ہو چکی تھی۔ رقیہ بی بی صاحبہ کا گاؤں دریا کے کٹاؤ کی وجہ سے دریا بُرد ہو گیا تھا لہذا حکومت نے تمام رہائشیوں کو تحصیل سمندری کے ایک گاؤں اوڈاں والی میں متبادل زمین الاٹ کردی تھی۔

چوہدری محمد یوسف صاحب کے سسر صاحب، نہ صرف امام مسجد تھے بلکہ ایک وسیع حلقہ میں بطور پیر مانے جاتے تھے اور عوام میں ایک خاص اثر رکھتے تھے۔ ان کے لئے اپنے داماد کا احمدی ہو جانا قطعی طور پر ناقابل قبول تھا۔ پہلے توانھوں نے سمجھانے کی کوشش کہ وہ احمدیت ترک کردیں لیکن جب تمام کوششیں ناکام ہوگئیں تو ان کے خاندان سے نہ صرف ہمیشہ کے لئے ترک تعلق کرلیا بلکہ اپنی بیٹی یعنی رقیہ بی بی صاحبہ کو بھی اپنے گھر لے گئے۔ چوہدری محمد یوسف صاحب کے لئے یہ وقت کافی مشکل تھا۔ باوجود اس کے کہ اچھے بھلے زمیندار تھے، آپ کو بعض دفعہ کوئی کھانا بھی پکا کر نہ دیتا اور اپنے پرائے کنی کترا جاتے۔ تاہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے جلد ہی آپ کے ددھیال میں کئی عزیزوں کو احمدیت قبول کرنے کا موقع ملا جس سے آپ کی مشکلات کچھ کم ہوگئیں۔

دوسری طرف آپ کی اہلیہ محترمہ رقیہ بی بی صاحبہ ایک مشکل ترین دور سے گزر رہیں تھیں۔ مذہبی گھرانے سے تعلق کی بناء پر جہاں انہیں والدین کے حقوق کا پوری طرح سے ادراک تھا وہیں اپنے شوہر کے حقوق سے بھی پوری طرح آگاہ تھیں۔ لیکن سب سے بڑھ کر دل میں یہ بے چینی اور جلن تھی کہ سچائی کیا ہے؟ اس کا حل آپ نے وہی نکالا جو مومنین کا وطیرہ ہے یعنی اپنے پیارے خدا کی طرف رجوع فرمایا اور اس سے گڑگڑاتے ہوئے دعائیں کیں کہ اے خدا جو سچ ہے وہ آشکار کر۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی سنت کے مطابق آپ پر حقیقت کو روشن کردیا اور ایک رؤیا میں آپ نے دیکھا کہ ایک بزرگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف اشارہ کرکے فرما رہے ہیں کہ یہ وقت کے امام ہیں۔ اس پرشوکت اور پرنور رؤیا کے بعد آپ نے ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر 1917 میں 23 سال کی عمر میں احمدیت قبول کرلی۔

اس بات کا صرف تصور ہی کیا جاسکتا ہے کہ رقیہ بی بی صاحبہ کے کٹر مذہبی خاندان نے آپ کے اس فیصلہ پر کیا حشر بپا کیا ہوگا۔ تاہم آپ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اپنے فیصلہ پر ثابت قدم رہیں اور اپنے والدین، تین بھائیوں اور بہن کو چھوڑ کر اپنے شوہر چوہدری محمد یوسف صاحب کے پاس آگئیں۔ آپ کے اس اقدام پر آپ کے والدین اور اہل خاندان نے آپ سے تاحیات بائیکاٹ کا اعلان کردیا اور اس پر قائم بھی رہے۔

محترمہ رقیہ بی بی صاحبہ نے مزید 52 سال زندگی گزاری لیکن اس نصف صدی سے زائد عرصہ میں، آپ کے والدین نے آپ سے ایک بار بھی ملاقات نہ کی۔ البتہ آپ کی بہن کبھی کبھار ملنے آتی تھیں اور ہمیشہ اپنے کھانے پینے کے برتن ساتھ لاتیں اور اپنا کھانا خود ہی پکاتیں۔ آپ کے سب سے چھوٹے بیٹے (ہمارے والد) ماسٹر محمد عیسیٰ ظفر صاحب (مرحوم) لڑکپن میں بعض دفعہ اپنے ننھال جاتے تھے تو ان کو الگ کھانا تیار کروا کر دیا جاتا تھا۔ اور اگر والد صاحب ان کے باورچی خانہ میں جا کر کھانے کی کسی چیز کو ہاتھ لگادیتے تو تمام کھانا جانوروں کو ڈال دیا جاتا۔ اسی دور میں ہمارے والد صاحب نے غوث گڑھ سے سات میل دور، موضع راہوں میں قیام کرکے تعلیم حاصل کی۔

تقسیم ہند کے بعد، حضرت خلیفة المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر، غوث گڑھ کے اکثر دوسرے مکینوں کی طرح چوہدری محمد یوسف صاحب بھی احمد نگر نزد ربوہ میں رہائش پذیر ہوگئے۔ احمد نگر کی زمین اس وقت بالکل بنجر تھی اور پانی کا کوئی نشان تک بھی نہیں تھا۔ بعض لوگوں نے حضور کو اس بابت توجہ دلائی کہ ہم زمیندار لوگ ہیں اور یہاں تو پانی بھی نہیں ہے۔ لہذا اگر مناسب سمجھیں تو ہمیں کسی دوسری جگہ جانے کا ارشاد فرمادیں۔ حضرت خلیفة المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "پانی احمد نگر کی گلیوں میں پھرے گا۔" (الفضل انٹرنیشنل 12دسمبر 2003)

کچھ عرصہ کے بعد ہی دریائے چناب نے اپنا رخ تھوڑا سا تبدیل کرلیا جس کی وجہ سے سیلاب کا پانی احمد نگر کے اطراف بلکہ اس کی گلیوں میں بھی پھرنے لگا۔ یہ پانی نہ صرف کلر کو مٹا دیتا بلکہ اپنے ساتھ لائی چکنی مٹی بھی زمینوں میں بکھیر دیتا تھا۔ چند سالوں کے اندر ہی یہ علاقہ سرسبز وشاداب ہوگیا اور اس زمین پر، جس نے کبھی کسی جھاڑی کا بھی سایہ نہیں دیکھا تھا، ہر قسم کی فصل کاشت ہونے لگی اور آج یہ زرخیز ترین علاقہ بن چکا ہے۔ الحمدللہ۔

چوہدری محمد یوسف صاحب کو مسجد کے ساتھ خاص شغف تھا اور نظام خلافت اور جماعت کی محبت واطاعت سب پر مقدم۔ جب آپ نے سنا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حقہ پینے سے منع فرمایا ہے تو گھر آتے ہی اپنا حقہ توڑ دیا اور اس کے بعد پوری زندگی کبھی حقہ کو منہ نہ لگایا۔ اسی طرح ایک دفعہ ایک احمدی دوست کے ساتھ زمین کی حد کا تنازعہ ہوا تو احمد نگر جماعت کے اس وقت کے صدر مکرم ومحترم مولانا ابوالعطاء صاحب نے جس جگہ حد کی بذات خود نشاندہی فرمائی اس کو بخوشی قبول کرلیا۔ کئی لوگوں نے آپ کو کہا کہ آپ کو آپ کا حق نہیں ملا مگر آپ نے ان کو جھٹلا کر مکرم ومحترم مولانا ابولعطاء صاحب کے فیصلہ کو مقدم رکھا۔

آپ تحریکِ جدید کے دفتر اوّل کے مجاہد تھے اور آپ کا حوالہ نمبر 01307 ہے۔

آپ کو ایک دفعہ ٹانگ پر چوٹ لگی تھی جس کی وجہ سے آپ کو تاحیات تکلیف رہی۔ آپ کی وفات 3 فروری 1958 کو 65 سال کی عمر میں ہوئی۔ آپ کی تدفین ربوہ کے قبرستان میں عمل لائی گئی۔

محترمہ رقیہ بی بی صاحبہ نظام وصیت میں بھی شامل ہوئیں۔ آپ کا وصیت نمبر 4161 تھا۔ نیز آپ تحریک جدید دفتر دوم کی مجاہدہ بھی تھیں۔ آپ ایک دعا گو اور صوم صلوٰۃ کی پابند خاتون تھیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کیا کرتی تھیں کہ وہ آپ کو اپنی اولاد کے کم از کم دو دو بچے دیکھنا ضرور نصیب کرے۔ ہمارے والد صاحب کے تمام بہن بھائیوں کے ہاں تو اللہ کے فضل وکرم سے دو سے زائد بچے تھے لیکن ہمارے والد ماسٹر محمد عیسیٰ ظفر صاحب اور والدہ صاحبہ حلیمہ بی بی صاحبہ کے ہاں، ان کی شادی کے پانچ سال بعد ہمارے بڑے بھائی مکرم محمد احمد ظفر صاحب (حال کارکن دفتر امور عامہ، صدر انجمن احمدیہ ربوہ) پیدا ہوئے۔ اور پھر مزید تین سال کے انتظار کے بعد ہمارے دوسرے بھائی مکرم محمد منور ظفر صاحب (سابق کارکن صدر انجمن احمدیہ ربوہ، حال مسی ساگا، کینیڈا) اکتوبر 1969 میں پیدا ہوئے تو ان کی پیدائش کے صرف ڈیڑھ ماہ بعد 2 رمضان المبارک بمطابق 12 نومبر 1969 کو 75 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں کو قبولیت بخش کر آپ کو اپنی تمام اولاد کے کم از کم دو دو بچوں کی پیدائش آپ کی زندگی میں دکھادی۔

آپ کی نماز جنازہ حضرت خلیفة المسیح الثالثؒ کی امامت میں ادا کی گئی اور بعد ازاں بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔ آپ کی وفات پر آپ کے میکہ سے صرف آپ کے ایک بھائی اپنے بیٹے کے ساتھ تشریف لائے۔ جبکہ بقیہ خاندان نے آپ کا آخری دیدار بھی نہ کیا۔

ایک وقت تھا کہ اولاد نہ ہونے کی وجہ سے چوہدری محمد یوسف صاحب نے اپنی آدھی جائیداد دے کر ایک شخص کو اپنا بھائی بنالیا اور رقیہ بی بی صاحبہ نے اسلام احمدیت کے لئے اپنے ماں باپ کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا۔ لیکن خدا نے ہمیشہ ان کا ساتھ دیا اور آج ان کی نسل آسٹریلیا سے لے کر کینیڈا تک پوری دنیا میں پھیل چکی ہے۔ اور حتی المقدور اسلام احمدیت کی خدمت کی توفیق پارہی ہے۔ نیز کئی سعید روحوں کو احمدیت کی سچائی سے روشناس کرچکی ہے۔ حضرت خلیفة المسیح الرابع رحمہ اللہ نے ایک خطبہ جمعہ میں حضرت عبداللہ سنوری رضی اللہ تعالیٰ کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ "ان کے ذریعہ غوث گڑھ میں جن لوگوں نے احمدیت قبول کی مجھے یقین ہے کہ ان کی نسلیں پوری دنیا میں پھیل چکی ہوں گی۔

(الفضل انٹرنیشنل 26/دسمبر 2003ء)

اللہ کرے کہ ہم اور ہماری نسلیں ہمیشہ خلافت احمدیہ کی حقیقی غلام اور عاشق صادق رہیں۔ آمین

❁❁❁❁❁❁❁

ضروری گزارش

ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دفتر اوّل تحریک جدید کے بند کھاتے جاری کروانے کی تحریک فرمائی ہوئی ہے۔ اس تحریک پر لبیک کہتے ہوئے مخلصین جماعت اپنے بزرگ مرحومین کی طرف سے اپنی جماعتوں میں تحریک جدید کا چندہ ادا کررہے ہیں۔ لیکن مرکز میں اس کی اطلاع نہ ہونے کی وجہ سے متعلقہ کھاتوں میں اندراج نہ ہونے کے باعث یہ کھاتے بند متصور ہو رہے ہیں۔ اس لئے گزارش ہے کہ جو بھی مخلصین اپنے بزرگوں کی طرف سے ادائیگیاں کررہے ہیں یا کرچکے ہیں اس کی اطلاع ضروری تفصیلات کے ساتھ وکالت مال لندن میں بھجوادیں تاکہ ربوہ کے ریکارڈ میں ادائیگیوں کا اندراج کروایا جاسکے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ (ایڈیشنل وکیل المال ۔لندن)

خصوصی درخواست دعا

احباب جماعت سے پاکستان میں جملہ اسیران راہ مولا کی جلد از جلد باعزت رہائی نیز مختلف مقدمات میں ملوث افراد جماعت کی باعزت بریت کے لئے دردمندانہ درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان بھائیوں کو اپنی حفظ وامان میں رکھے اور ہر شر سے بچائے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِي نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD,
LONDON SW19 3TL U.K.

''الفضل ڈائجسٹ'' کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

مکرم شکیل احمد صدیقی صاحب

مکرم شکیل احمد صاحب صدیقی مربی سلسلہ برکینا فاسو (ابن مکرم بشیر احمد صدیقی صاحب) یرقان کے حملہ کی وجہ سے یکم فروری 2005ء کو بورکینا فاسو میں بعمر ۲۹ سال وفات پاگئے۔ آپ حضرت حکیم محمد صدیق صاحبؓ آف میانی کے پوتے تھے۔

مکرم صدیقی صاحب 11/اکتوبر 1974ء کو ربوہ میں پیدا ہوئے۔ میٹرک کے بعد وقف کر کے جامعہ احمدیہ میں داخلہ لیا۔ 1996ء میں جامعہ احمدیہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد دو ماہ نظارت اصلاح و ارشاد میں کام کیا اور پھر دوالمیال ضلع چکوال میں ساڑھے تین سال خدمات سرانجام دیں۔ جنوری 2000ء میں وکالت تبشیر کے تحت 8 ماہ تک فرانسیسی زبان سیکھی اور دیگر دفتری امور مکمل کئے۔ 15/جنوری 2001ء کو آپ کو بورکینا فاسو میں خدمت دین کے لئے بھجوایا گیا۔

آپ کی وفات پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ میں فرمایا کہ وہ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے، ان میں بڑی اطاعت کا جذبہ تھا۔ بہت محنتی تھے، بڑی غیرت رکھنے والے تھے۔ اللہ کے نام کی غیرت رکھنے والے تھے اور بے نفس آدمی تھے، ہر وقت مسکراتے رہتے تھے۔ وہ ان لوگوں میں شامل ہیں جو امانتوں کا بھی حق ادا کرتے ہیں اور اپنے عہدوں کا بھی حق ادا کرتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے میدان عمل میں ان کی وفات ایک شہید کی موت ہے۔ جو کبھی مرا نہیں کرتے۔

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 7/مارچ 2005ء میں مکرم محمود ناصر ثاقب صاحب امیر جماعت احمدیہ بورکینا فاسو نے مرحوم کا ذکر خیر کرتے ہوئے لکھا کہ مرحوم انتہائی ملنسار، با اخلاق اور ہر ایک سے محبت کرنے والے وجود تھے۔ جامعہ کے دوران تنظیمی کاموں میں بھی بڑی مستعدی سے حصہ لیتے۔ دعوت الی اللہ میں ہمیشہ کوشاں رہتے، ربوہ کے گردونواح میں بھی تبلیغ کے لئے نکلتے، سفر کے دوران گاڑی وغیرہ میں بھی اس فریضہ کو احسن رنگ میں سرانجام دیتے۔

19 جنوری 2001ء کو آپ بورکینا فاسو پہنچے۔ کچھ عرصہ مرکزی مشن ہاؤس واگا ڈوگو میں قیام کے بعد آپ کا تقرر ددرا گو شہر کر دیا گیا۔ اس شہر کے گردونواح میں پختہ سڑک نہ ہونے کی وجہ سے سفر انتہائی مشکل ہے لیکن جس جانفشانی سے مکرم شکیل صاحب نے اس علاقہ میں خدمت کی توفیق پائی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ بلاخوف وخطر راستے کی مشکلات کو پس پشت ڈالتے ہوئے جس جذبہ سے آپ نے خدمت کی وہ بیان سے باہر ہے۔ اپنے ریجن میں آپ نے مقامی لوگوں کو بہت زیادہ محبت دی۔ آپ کی محبت مقامی لوگوں سے اس قدر تھی کہ ہر کوئی جتاتا کہ میرا تعلق اس سے زیادہ ہے۔

میٹنگ، جلسے اور اجتماعات کے مواقع پر آپ سب سے خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ خدام الاحمدیہ کے اجتماع کے موقع پر اگر آپ کا ریجن کسی مقابلہ میں کامیابی حاصل کرتا تو خدام بھاگ کر آپ کو کندھوں پر اٹھا لیتے۔ مقامی لوگوں کے ساتھ فرنچ زبان کے علاوہ لوکل زبانوں میں ان کا حال پوچھتے، ہلکے پھلکے چٹکلے کرتے۔ دُور دراز کے علاقوں میں جنگلات میں مقامی لوگوں کے ساتھ رات قیام کرتے، زمین پر سوتے اور انتہائی بے تکلفانہ انداز سے پیش آتے۔ حتی المقدور لوگوں کی تکالیف دُور کرنے میں بھی کوشاں رہتے۔ ہر ریجن کے لوگ یہ خواہش ظاہر کرتے کہ اس مربی کو ہمارے ہاں ہونا چاہئے۔ تمام مربیان کے ساتھ بھی انتہائی پیار کا تعلق تھا۔ ہر ایک کو بھائی کہہ کر بلاتے۔ ہمیشہ اچھا مذاق کرتے کبھی تکلیف دہ مذاق نہ کرتے۔ مربیان میں بھی ہردلعزیز تھے۔ اتنی محنت کرتے تھے کہ ہم مربیان کو بھی ان پر رشک آتا تھا۔ بورکینا فاسو کے ہر احمدی کا دل اس بھائی کی جدائی پر آج مغموم ہے۔

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 7/ستمبر 2005ء میں مکرم مقبول احمد صدیقی صاحب نے ایک مضمون میں اپنے بھائی مکرم شکیل احمد صدیقی صاحب کے حالات زندگی اور اعلیٰ اخلاق پر روشنی ڈالی ہے۔

1990ء کے رمضان المبارک میں مکرم شکیل صدیقی صاحب نے مسجد بیت الحمد سمن آباد لاہور میں اعتکاف کیا اور پھر میٹرک کے بعد تربیتی کلاس ربوہ میں شمولیت اختیار کی تو یہاں تقریری مقابلہ میں آپ کی تقریر سُن کر ایک مربی سلسلہ نے آپ کو مربی سلسلہ بننے کی تجویز دی۔ چنانچہ آپ نے والدین کی رضامندی اور اجازت سے زندگی وقف کردی اور 1991ء میں جامعہ احمدیہ میں داخلہ لیا۔

آپ کی شادی مورخہ یکم نومبر 1998ء کو محترمہ بشریٰ طیبہ صاحبہ بنت مکرم ناصر احمد صاحب محاسب صدر انجمن احمدیہ کے ساتھ ہوئی۔ آپ نے بیوہ کے علاوہ ایک کمسن بیٹی بھی یادگار چھوڑی۔

دعوت الی اللہ بہت شوق سے کرتے اور اپنی ذمہ داری کو سمجھتے تھے۔ بورکینا فاسو قیام کے دوران ہی دو بار جلسہ سالانہ لندن میں شمولیت کی توفیق ملی۔ ایک بار آپ کے بھائی نے مزید چھٹیاں لے کر لندن میں قیام کرنے کو کہا تو آپ نے جواب دیا کہ میں مربی سلسلہ ہوں ہمارا وقت بہت قیمتی ہوتا ہے جماعت نے ہم پر بہت پیسہ خرچ کیا ہوتا ہے اور ہمیں جماعت کی توقعات پر پورا اُترنا ہوتا ہے۔

آپ پر ایک بہت کٹھن مرحلہ اس وقت آیا جب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دورہ افریقہ 2004ء کے دوران بورکینا فاسو میں آپ کے شہر بوبوجلاسو میں آپ کے گھر آنا تھا۔ اچانک آپ کی اہلیہ جو ان دنوں امید سے تھی شدید بیمار ہوگئیں۔ اگلے روز حضور کی آپ کے ہاں آمد تھی۔ حضور کی آمد کا خیال پھر بیگم کی شدید بیماری خیال اور پھر اپنی ننھی 3 سالہ بیٹی غزالہ شکیل کو سنبھالنے کا خیال۔ پھر حضور کی آمد سے چند گھنٹے پہلے آپ کو یہ دکھ بھری خبر بھی ملی کہ آپ کا بیٹا فوت ہوگیا ہے۔ آپ نے اپنے بیٹے کو دفنایا اور استقبالیہ انتظام میں مصروف ہوگئے۔ حضور انور نے آپ کی اس قربانی کا یوں ذکر فرمایا ہے کہ ''جب میں دورے پر گیا ہوں میں نے دیکھا ہے کہ یہ مستقل خدمت پہ تھے باقی بھی تھے لیکن ان کی اہلیہ ان دنوں میں بہت بیمار ہوگئیں اور ہسپتال میں داخل تھیں اس کے باوجود جو ان کے ذمے کام تھا وہ پوری طرح کرتے رہے ہسپتال میں بھی دوڑ کے جاتے تھے پھر آ کے کام کرتے تھے اور پھر دوسروں کو یہ احساس نہیں دلواتے تھے کہ مجھے مجبوریاں ہیں اور پھر بھی میرے سے کام کروایا جا رہا ہے بلکہ خوشی سے یہ کام کر رہے تھے باوجود یہ کہنے کے کہ آپ زیادہ اہلیہ کی فکر کریں، کھانے پینے کی ان کو کوئی فکر نہ ہوتی تھی''۔

حضور انور نے آپ کے متعلق یہ بھی فرمایا کہ ''بنی نوع انسان کی خدمت کرنے والے تھے''۔ چنانچہ جب تک آپ بورکینا فاسو رہے ہر سال باقاعدگی سے خون کا عطیہ دیتے رہے۔ اس کے علاوہ آپ ہومیوپیتھی کے ذریعے بھی خدمت خلق جاری رکھتے۔ ایک چھوٹی عمر کی بیوہ لڑکی گھر کے کام کاج کے لئے آپ کے ہاں ملازمہ تھی۔ آپ کی اہلیہ کہتی ہیں کہ آپ مجھے کہتے کہ پہلے اسے کھانا کھلاؤ پھر ہم کھانا کھائیں گے۔ اس طرح جب آپ کی بیگم روٹیاں پکانے لگتیں تو آپ انہیں کہتے کہ چند مزید روٹیاں پکا لو تاکہ باہر جو بچے بھوکے ہوں انہیں روٹی میسر آجائے۔ اور یہ کام اپنی بیٹی غزالہ سے کرواتے۔ ددراگو میں پانی کی شدید قلّت تھی۔ چنانچہ آپ نے اپنے بڑے بھائی مکرم مبشر احمد صدیقی صاحب آف لندن سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہاں ایک مسجد تعمیر کر کے نلکہ بھی لگوایا جائے۔ آپ کی یہ خواہش قریباً پایہ تکمیل تک پہنچ چکی ہے۔ آپ کی اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی راہ میں بے دریغ خرچ کیا کرتے تھے۔

دوالمیال میں قیام کے دوران بھی آپ نے گھر میں ہی ہومیوپیتھی ڈسپنسری بنا رکھی تھی جہاں سے آپ مریضوں کو مفت ادویہ دیتے۔

بہت صابر و شاکر تھے۔ جب آپ کو یرقان ہوا اور بیماری قابل فکر ہوگئی تو اپنی وفات سے محض دو دن قبل اپنے ایک بھائی کو اطلاع دی کہ میں بہت بیمار ہوں۔ یہ خط آپکی وفات کی اطلاع سے ایک گھنٹہ قبل ملا۔ آپ کی وفات کی فوری اطلاع حضور انور کو دی گئی اور حضور نے ازراہ شفقت آپ کی اہلیہ کو فون کیا جنہیں ابھی تک اپنے شوہر کی وفات کی اطلاع نہ دی گئی تھی۔ حضور نے ہی انہیں وفات کی اطلاع دی اور صبر کی تلقین کی۔ پھر اپنے ہاتھ سے انہیں تعزیت کا خط بھی لکھا۔ آپ کے والد کے نام اپنے خط میں حضور انور نے لکھا: ''یہ بڑا اعزاز پانے والا بچہ تھا جو مجاہد بھی تھا غازی بھی تھا اور شہید بھی ہے۔ وہ یقیناً ان لوگوں میں سے تھا جو جان کی بازی لگا دیتے ہیں لیکن قول کو پورا کر کے چھوڑتے تھے۔ وہ یقیناً ان لوگوں میں سے تھا جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان کو مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں ...... اس کا تو لمحہ لمحہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے اور اس کے دین کی اشاعت کیلئے وقف تھا''۔

مکرم شکیل صدیقی صاحب کی میت بورکینا فاسو سے بذریعہ سڑک پہلے غانا لائی گئی جہاں سے بذریعہ جہاز پانچ یوم کے بعد ربوہ پہنچی۔ آپ کی والدہ نے دو سال قبل ایک خواب دیکھا تھا کہ باہر سے شکیل کے کپڑے تو آئے ہیں مگر وہ نہیں آیا اور آپ کپڑوں پر ہاتھ پھیر کر کہتی ہیں کہ پھول تم پر فرشتے نچھاور کریں۔

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 10/اکتوبر 2005ء میں شامل اشاعت اپنے مضمون میں مکرم حامد مقصود عاطف صاحب مربی سلسلہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے اعلیٰ خوبی جو مَیں نے مشاہدہ کی وہ مکرم شکیل صدیقی صاحب کا خلافت سے عشق تھا۔ حضور انور کے دورۂ بوبوجلاسو کے دوران ان کی اہلیہ شدید علیل اور ہسپتال میں داخل تھیں۔ بعض اوقات انہیں زبردستی ہسپتال بھجوایا جاتا تو بھی وہ راستہ میں اور ہسپتال پہنچ کر بھی بذریعہ فون انتظامات کا جائزہ لیتے۔ کھانے کا ہوش نہ کپڑے بدلنے کا وقت ملتا۔ جب بھی ہسپتال سے آتے تو یہی کہتے: دعا کریں ہماری کسی کوتاہی کے سبب حضور انور کو یہاں تکلیف نہ ہو۔

جب بھی ریجن کی جماعتوں میں سے کوئی دوست ملنے کے لئے شہر آتا تو نہایت ہی خوش اخلاقی اور محبت سے ایسے ملتے جیسے برسوں بعد ملاقات ہوئی ہو۔ کہا کرتے تھے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کو قبول کیا ہے۔ یہ تو ہمارے سگے رشتہ دار ہیں۔ چنانچہ اس کے نتیجے میں آنے والے احباب کی ساری تھکن دُور ہو جاتی۔

دوسروں کے جذبات کا خاص خیال رکھتے۔ ایک رات میرے پاس آئے تو چہرہ متغیر تھا۔ کہنے لگے کہ آج میں نے مشن کے ایک کارکن کو اس کی غلطی پر جھاڑ پلا دی ہے حالانکہ وہ ایک اچھا کارکن ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کوئی بات نہیں انتظامی امور میں ایسا ہو جاتا ہے۔ مگر انہوں نے کہا کہ آپ کی بات ٹھیک ہے مگر ابھی اس کے گھر جانا ہے اور اس کی دلداری کرنی ہے تاکہ اس کی پریشانی میں کمی ہو۔ چنانچہ ہم دونوں اسی وقت اس کے گھر گئے اور وہ کارکن ہمیں دیکھ کر آبدیدہ ہوگیا۔

بہت ہی زیرک انسان تھے۔ کسی بھی معاملہ کو سن کر فوراً اس کی تہہ تک پہنچ جاتے۔ میں اکثر کہا کرتا کہ آپ تو بہت تیز ہیں۔ مگر میں اس حقیقت سے بے خبر تھا وہ اس قدر تیز ہوں گے کہ ہم سب سے آگے نکل کر قربانی کے اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز ہوں گے۔

بورکینا فاسو کے ایک دُور دراز گاؤں کے ایک احمدی امام کو خواب میں آپ کی وفات کی اطلاع دی گئی۔ انہوں نے دیکھا کہ آپ نے نہایت ہی اجلے اور سفید کپڑے پہن رکھے ہیں اور چہرہ چمک رہا ہے اور مسجد بیت احمدیہ بوبوجولاسو کے مین گیٹ میں کھڑے ہیں اور لوگوں کا ایک جم غفیر موجود ہے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک بینر پر لکھا ہوا ہے: ''اللہ اکبر۔ اللہ راضی''۔ اور اس کے بعد آپ چلتے ہوئے مسجد میں جاتے ہیں اور پھر نظر نہیں آتے۔ اس پر ان کی آنکھ کھل گئی۔

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol. 13 Friday April 14, 2006 Issue No. 15

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاھد۔ مؤرخ احمدیت

گستاخان رسولؐ کے پُرتشدد مظاہرے

پاکستان کے ایک صحافی جناب ہارون عدیم لکھتے ہیں:

''یورپی اخبارات میں سرکاردوعالم رحمۃ للعالمین ﷺ کے بارہ میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت نے نہ صرف مسلم ممالک بلکہ یورپ کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور عاشقان رسول سراپا احتجاج بن گئے ہیں۔ دوسرے مسلم ممالک میں تو عوام نے یورپی یونین کے سفارتخانوں پر حملے کئے مگر وطن عزیز میں ''عاشقان رسول'' نے عاشقان رسول کے ساتھ جو کچھ کیا اور جس طرح لاہور اور پشاور میں ان کی جان و مال اور املاک کو نقصان پہنچایا وہ نہ صرف رحمۃ للعالمین ﷺ کی تعلیمات کی صریحًا خلاف ورزی ہے بلکہ قانوناً، مذہباً قابل گرفت بھی ہے۔ ہماری مذہبی سیاسی تنظیمیں وہی کچھ کررہی ہیں جو امریکہ یاسی آئی اے ہم سے توقع کررہی ہے۔ کیونکہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایک مخصوص صورتحال میں جب امریکہ شام اور ایران پر حملے کے بہانے اور جواز ڈھونڈ رہا ہے اور مذہبی انتہاپسندی کو بہانہ بنارہا ہے ایسے میں ایسے گستاخانہ اور توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کیا معنی رکھتی ہے؟ جب کہ امریکی وزیرخارجہ کنڈولیزارائس شروع دن سے ایک ہی رٹ لگائے ہوئے ہیں کہ شام اور ایران عالم اسلام کے مذہبی جذبات کو بھڑکانے بلکہ جلتی پر تیل ڈالنے کا کام کررہے ہیں جس کی انہیں سزادی جائے گی۔ ایسے ہی لاہور اور پشاور میں جو کچھ ہوا وہ صرف اور صرف سنگین جرم تو ہوسکتا ہے، مذہبی رواداری نہیں۔

وہ اس لئے بھی کہ وہ جو ''رب العالمین'' ہے اس نے نبی اکرم ﷺ کو ''رحمۃ للعالمین'' بناکر بھیجا۔ ان کے لئے بھی جو آپ سے پہلے گزر چکے ہیں اور ان کے لئے بھی جو آپؐ کے وصال کے بعد قیامت تک آنے ہیں اور ان کے لئے بھی جو آپ پر ایمان نہیں لے کر آئے اور جو آپ کو نہیں مانتے۔ آپؐ کا اسوہ حسنہ ہمارے لئے ایک مثال ہے۔ طائف کے سفر کے دوران جب اہل طائف نے آپؐ پر پتھر برسائے اور آپؐ کی نعلین مبارک خون سے بھر گئے تو حضرت جبرائیل اللہ کا پیغام لے کر آپؐ کے پاس آئے اور آپؐ سے پوچھا کہ اگر آپ حکم دیں تو یہ دونوں پہاڑیاں اہل طائف پر گرا کر ان کو نیست و نابود کردیا جائے اور صفحۂ ہستی سے مٹادیا جائے۔ آپؐ نے جو کچھ کہا وہ الفاظ پوری انسانی تہذیبی تاریخ میں نہیں ملتے۔ آپؐ نے فرمایا:

''اے اللہ ان پر رحم کر۔ یہ مجھے سمجھ ہی نہیں سکے۔ ہوسکتا ہے کہ کل ان میں سے ہی کوئی تیرا نام لیوا پیدا ہوجائے''۔

آپؐ نے تو اس عورت کی عیادت کی جو آپؐ پر روز کوڑا پھینکتی تھی۔ فتح مکہ پر آپؐ نے سب سے پہلے ان کو معاف کیا جنہوں نے آپؐ کے چچا کا کلیجہ چبایا تھا۔ اور سب سے بڑھ کر جب میثاق مدینہ پر دستخط ہونے لگے تو یہودیوں نے اعتراض کیا کہ ہم تو آپؐ کو اللہ کا رسول نہیں مانتے لہذا آپؐ رسول اللہ نہیں لکھ سکتے۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے رسول اللہ کاٹ کر محمد بن عبداللہ لکھوایا۔ ان سب واقعات کا تذکرہ صرف اس لئے کیا گیا کہ ہم یہ بات سمجھ سکیں کہ ہم جس ہستی کے امتی ہیں وہ رحمۃ للعالمین ہیں جنہوں نے اپنے قول اور فعل سے دشمنوں، نہ ماننے والوں سب کے لئے اللہ سے رحم مانگا، سب کو معاف کیا، درگزر سے کام لیا۔

یقیناً اس ہستی کے عاشقان کے لئے یہ بات بڑی تکلیف دہ ہے کہ اگر کوئی آپؐ کی شان میں گستاخی کرے۔ یہ بات ہر عاشق رسول کے بس سے باہر ہے۔ اس کا غم وغصہ ایک فطری عمل ہے۔ مگر اس غم وغصہ کے اظہار کے لئے پشاور، فیصل آباد اور جزوی طور پر لاہور میں جو پُرتشدد اور تخریبانہ رویہ اور طریقہ اپنایا گیا وہ نہ تو نبی اکرم ﷺ سے عشق ہوسکتا ہے اور نہ ہی قومی اور مذہبی مفاد میں۔ یہ ''عدل'' کے تمام تقاضوں کے بھی منافی ہے۔ ایسے لوگوں کی جان و مال اور املاک کو نقصان پہنچانا کہ جو خود ''عاشق رسول'' ہوں اور جو اس اجتماعی احتجاج کا حصہ ہوں ان کے ساتھ یہ سلوک کسی بھی طور پر نہیں سراہا جاسکتا۔

لاہور میں جس طرح ٹریول ایجنسیوں، ریسٹورانوں، ہوٹلوں، بینکوں، ٹیلی فون کے دفاتر میں توڑ پھوڑ کی گئی اور گاڑیوں، موٹرسائیکلوں اور سائیکلوں کو نظرآتش کیا گیا وہ سیدھی سیدھی تخریب کاری کے زمرے میں آتا ہے۔ واقعات کے متاثرین میں سے کوئی بھی ادارہ یا افراد ایسا نہیں جس نے توہین رسالت کی ہو بلکہ اگر تھوڑی سی باریک بینی سے دیکھا جائے تو ایسے تمام افراد جنہوں نے اس توڑ پھوڑ اور تخریبی کارروائیوں میں حصہ لیا انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے احکامات کی نافرمانی کرکے اور سنت رسول پر نہ چل کر توہین رسالت کی ہے''۔

(اخبار 'دن' لاہور۔ 21/فروری 2006ء صفحہ 10)

سوال یہ ہے کہ کیا حکومت پاکستان توہین رسالت کے مرتکب ان افراد کے خلاف 298-C کے تحت کارروائی کرے گی؟

احادیث نبوی میں ائمہ ضلالت اور فسادی مفتیوں اور قاضیوں کی خبر

عرصہ ہوا مصر کے نامور محقق و عالم جناب احمد بن الصدیق الغماری الحسنی نے ''مطابقۃ الاختراعات العصریہ لما اخبر بہ سید البریّہ'' کے نام سے ایک بصیرت افروز کتاب لکھی جسے مکتبہ القاہرہ نے زیورطبع سے آراستہ کیا۔

مصری مفکر نے اس کتاب میں نہ صرف عہد حاضر کی اکثر ایجادات کے متعلق احادیث نبوی سے ثابت کیا کہ ان کی خبر مخبر صادق ﷺ نے چودہ صدیاں قبل دے دی تھی بلکہ حاکم، ابونعیم طبرانی، دارمی جیسی قدیم کتب احادیث سے خاتم النبیینؐ کی ان پیشگوئیوں کو بھی جمع کر دیا جن میں بتایا گیا تھا کہ وہ زمانہ یقیناً آئے گا جب قرّاء، ائمہ، مفتی، قاضی اور علماء فتنہ پرداز اور فسادی ہو جائیں گے۔ جھوٹے کو سچا کہا جائے گا اور سچے کو جھوٹا کہا جائے گا۔ لوٹ مار اور قتل کی کثرت ہوگی، بغاوت بڑھے گی، خواہشات کی پیروی کی جائے گی اور محض ظن پر فیصلے کئے جائیں گے۔

علامہ احمد بن محمد الصدیق الغماری نے کتاب کے آخر میں احادیث نبوی کا متن دیتے ہوئے جو تبصرہ کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ گمان پر فیصلہ وہی چیز ہے جس کو آج لوگ فقہ کا نام دیتے ہیں۔ آج اگر کوئی شخص روئے زمین پر تلاش کرے تو شاید ہی کوئی ایسا مفتی ہو جو بالکل سنت سے فتویٰ دے ورنہ اکثر اپنے ائمہ اضلال کے اقوال واجتہاد سے فتویٰ دیتے ہیں اور اپنی ذاتی رائے کو فقہ کا نام دیتے ہیں۔ بعض ایسے بدبخت بھی گزرے ہیں جنہوں نے یہ کہا کہ (معاذ اللہ) رسول اللہ کے قول کو مَیں اپنے پیر کے نیچے رکھتا ہوں اور جو میرے دوست نے کہا اس کو سر پر رکھتا ہوں۔ اللہ ان لوگوں کو ذلیل و رسوا کردے۔

حدیث میں ہڑتالوں اور مظاہروں کی پیشگوئی

علّامہ تحریر فرماتے ہیں:

''ان ہی حوادث میں سے ہڑتالیں اور مظاہرے ہیں جن میں لوگ انگریز کی تقلید کرتے ہوئے چیختے چلاّتے سڑکوں پر نکل آتے ہیں۔ اپنے مطالبے چیخ چیخ کر پیش کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم یہ کام کرکے جنگ اور جہاد کررہے ہیں۔ طبرانی نے کبیر میں ذکر کیا........ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم تین چیزیں دیکھو تو اس وقت قیامت قائم ہوگی۔ آبادی کا ویران ہونا، ویرانی کا آباد ہونا، جہاد صرف شوروغل تک محدود ہو جائے اور تیسرے یہ کہ آدمی اپنی امانت سے ایسے گزر جائے گا جیسے اونٹ درخت سے۔ بغوی نے اسے معجم الصحابہ میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں ان لفظوں سے بیان کیا:

''اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَخْرَابُ الْعَامِرِ وَاَعْمَارُ الْخَرَاب''۔ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ آبادی ویران ہوجائے اور ویران آباد ہوجائے۔ وہ جہاد جو صرف چیخ وپکار تک رہ جائے گا۔ یہی ہڑتالیں اور مظاہرے ہیں جن میں مسلمان اپنے انگریز لیڈروں کی تقلید کرتے ہیں۔ (اردو ترجمہ ''اسلام اور عصری ایجادات'' صفحہ 91-92۔ تلخیص و ترجمہ مفتی احمد میاں بڑکاتی مارھروی۔ ناشر حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور۔ طبع دوم ستمبر 1984ء)

اس حدیث میں ''توہین رسالت'' کے پُرتشدد پاکستانی مظاہروں کا ہوبہو فوٹو کھینچ دیا گیا ہے جو حقانیت اسلام اور ضرورت مہدی دونوں پر مجسم برہان ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف مَیں عافیت کا ہوں حصار

❁❁❁❁❁

مولانا محمد علی جوہر اور شہنشاہ نبوتؐ کا توہین آمیز کارٹون

25/جنوری 1927ء کا واقعہ ہے کہ لندن کے رسالہ The Saturday Evening Post نے ایک شرمناک کارٹون شائع کیا جس میں شہ لولاک محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی ایک جعلی اور توہین آمیز تصویر دی گئی تھی۔ اگلے روز ہی ہندوستان کے صف اوّل کے مسلم رہنما اور حضرت خانصاحب ذوالفقار علی خان گوہر رضی اللہ عنہ کے برادر اصغر مولانا محمد علی جوہر نے اپنے اخبار ''ہمدرد'' میں ''رسول اللہ کی توہین'' کے عنوان سے اداریہ لکھا کہ:

''اس قسم کے کارٹونوں کا دانستہ یا نادانستہ یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔ اور جب کبھی ان کے خلاف احتجاج کرتے ہیں تو ان کی اشاعت اظہار معذرت کے بعد ممنوع قرار دے دی جاتی ہے۔ لیکن (کیا) اس طرح کسی توہین کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہوجاتا ہے؟''

''مولانا نے اپنی فراست و بصیرت اور بالغ نظری سے اس کا واحد علاج یہ بتایا کہ مسلمان

باقی صفحہ نمبر 8 پر ملاحظہ فرمائیں

سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ان دنوں آسٹریلیا اور مشرق بعید کے بعض ممالک کے دورہ پر ہیں۔ احباب اپنے محبوب امام ایدہ اللہ کی صحت وسلامتی اور اس للّٰہی سفر کی غیر معمولی کامیابی کے لئے دعائیں کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ سفر وحضر میں حضور انور کا حافظ وناصر ہو، اپنی غیر معمولی نصرت وتائیدات کے روشن نشان عطا فرمائے اور اس خطۂ ارض میں اسلام واحمدیت کی روز افزوں ترقی کے نئے راستے کھولے اور حضور انور کی تمام مہمات دینیہ عالیہ کے نہایت شیریں ثمرات عطا فرماتا چلا جائے۔ آمین

❁❁❁❁❁